جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	**فلسفہ صوم**
تصنیف	**ڈاکٹر محمد طاہر القادری**
ترتیب و تدوین	ضیاء نیر، علی اکبر قادری
تحقیق وتخریج	عبدالجبار قمر
تخریج و پروف ریڈنگ	محمد فاروق رانا، عبدالجبار قمر، اللہ بخش نیر (منہاجینز)
کمپوزنگ	محمد یامین
زیرِ اہتمام	فریدِ ملّتؒ ریسرچ اِنسٹیٹیوٹ www.Research.com.pk
مطبع	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
نگرانِ طباعت	محمد جاوید کھٹانہ (منہاجین)
اِشاعتِ اوّل تا چہارم	7,300
اِشاعتِ پنجم	اکتوبر2003ء
تعداد	1,100
قیمت	130/- روپے
نئی قیمت	100/- روپے
قیمت سپیشل پیپر	140/- روپے

نوٹ: ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو/ ویڈیو کیسٹس اور CDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لئے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لئے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلیکیشنز)

sales@minhaj.biz

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

فلسفہ صوم

ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365- ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 3-5169111

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 7237695

www.Minhaj.org - www.Minhaj.biz

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَ الثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّ مِنْ عَجَمِ

﴿ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ أَصْحَابِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ ﴾

حکومتِ پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔۱) ۴-۱-۱/ ۸۰ پی آئی وی، مؤرّخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومتِ بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل و ایم ۴/ ۹۷۰-۳-۷، مؤرّخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومتِ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۶۷ این۔۱/ اے ڈی (لائبریری)، مؤرّخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء؛ اور حکومتِ آزاد ریاست جموں و کشمیر کی چٹھی نمبر س ت/ اِنتظامیہ ۶۳-۸۰۶۱/ ۹۲، مؤرّخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصنیف کردہ کتب تمام سکولز اور کالجز کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	پیش لفظ	۱۳
۲	**باب اول: روزے کی فرضیت**	۱۹
	روزے کی فرضیت	۲۱
	روزے کے واجبات و شرائط	۲۲
	رمضان کی وجہ تسمیہ	۲۳
۳	**باب دوم: رمضان المبارک احادیث نبوی کی روشنی میں**	۲۵
	i۔ روزہ گذشتہ گناہوں کا کفارہ ہے	۲۷
	ii۔ روزہ دار کے حصے میں دو خوشیاں ہیں	۲۸
	iii۔ روزے کا اجر و ثواب	۲۹
	iv۔ روزے کی فضیلت کے اسباب	۳۰
	v۔ روزہ دار کے منہ کی ہوا کا متغیر ہو جانا	۳۴
	vi۔ جنت کے دروازوں کا کھل جانا اور جہنم کے دروازوں کا بند ہونا	۳۵
	شیطانوں کے جکڑے جانے کا مفہوم	۳۶
	vii۔ باب الریان صرف روزہ دار کے لئے مخصوص ہے	۳۹
۴	**باب سوم: روزے کی حکمتیں**	۴۱
	i۔ پہلی حکمت (تقویٰ کا حصول)	۴۳
	ii۔ دوسری حکمت (تربیتِ صبر و شکر)	۴۴
	iii۔ تیسری حکمت (جذبہ ایثار)	۴۵

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
	iv۔ چوتھی حکمت (تزکیہ نفس)	۴۶
	حضرت غوث الاعظم کی روحانی طاقت	۴۷
	v۔ پانچویں حکمت (رضائے خداوندی کا حصول)	۴۹
	رضائے خداوندی کی پہچان اور علامت	۴۹
۵	**باب چہارم: جسم اور روح کی حقیقت**	۵۱
	جسم اور روح کے بارے میں سائنس کا نقطہ نظر	۵۳
	جسم اور روح کی بحث کا ماحاصل	۵۵
	روح کیا ہے؟	۵۵
	فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا	۵۶
	بندہ مولا کی صفات کے روحانی کمالات	۵۶
	جسم کی قید سے رہائی کے بعد روح کا مقام	۵۹
	تزکیہ روح کے لئے روزہ...... بہترین عمل	۶۰
	فقر و فاقہ کی بنا پر اصحابِ صفہ کا مقام	۶۲
	اِضطراری و اِختیاری فقر میں فرق	۶۳
۶	**باب پنجم: روزہ کی اقسام**	۶۵
	i۔ عوام کا روزہ	۶۷
	ii۔ خواص العام کا روزہ	۶۸
	iii۔ خواص الخاص کا روزہ	۶۹

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
	iv۔ اخص الخاص کا روزہ	۷۱
۷	**باب ششم: رمضان المبارک میں معمولات نبوی ﷺ**	۷۳
	ا۔ معمولات مصطفوی کا اجمالی جائزہ	۷۵
	ا۔ صیام رمضان اور معمولات نبوی ﷺ	۷۶
	i۔ رمضان المبارک کا چاند دیکھنے پر خصوصی دعا	۷۷
	ii۔ رمضان المبارک کو خوش آمدید کہنا	۷۷
	iii۔ رمضان اور شعبان میں روزوں کا اتصال	۷۸
	iv۔ روزے میں سحری و افطاری کا معمول	۷۹
	برکت سے کیا مراد ہے	۸۱
	v۔ سحری میں تاخیر	۸۳
	vi۔ حضور ﷺ کس چیز سے روزہ افطار فرماتے تھے؟	۸۴
	بھوک کی حالت میں طعام کو نماز پر فوقیت دینا	۸۶
	بہترین عمل...... عملِ مداومت	۸۷
	۲۔ معمول قیام رمضان:	۸۹
	تراویح کی شرعی حیثیت	۹۰
	تراویح کا لغوی مفہوم	۹۰
	معمول ختم قرآن	۹۳
	رمضان المبارک اور رسم شبینہ	۹۶

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۹۷	دینی امور میں اعتدال اور میانہ روی	
۹۸	حضرت جبریلؑ کے ساتھ دورہ ختم قرآن	
۹۹	۳۔ معمول تہجد	
۱۰۰	فضائل نماز تہجد	
۱۰۲	تہجد کا لغوی مفہوم	
۱۰۲	نماز تہجد کے اوقات	
۱۰۳	کثرت صدقہ و خیرات	
۱۰۵	۴۔ معمول اعتکاف	
۱۰۹	**باب ہفتم: رمضان المبارک میں اکابر اسلاف کے معمولات**	۸
۱۱۱	اہلِ مکہ کے معمولاتِ رمضان المبارک	
۱۱۱	اہلِ مدینہ کے معمولاتِ رمضان المبارک	
۱۱۲	آہ! محفل سے پرانے بادہ کش رخصت ہوئے	
۱۱۳	نمازِ تراویح اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کا معمول	
۱۱۳	نماز تہجد اور صلحائے امت	
۱۱۴	رمضان المبارک میں ہمارا معمول.....لمحہ فکریہ	
۱۱۷	**باب ہشتم: روزہ کے احکام و مسائل**	۹
۱۱۹	شرائطِ وجوب	
۱۱۹	شرائطِ وجوبِ ادا	

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۱۲۰	روزہ نہ رکھنے کے شرعی عذر	
۱۲۰	i۔ مرض یا بھوک و پیاس کی شدت	
۱۲۰	ii۔ سفر	
۱۲۱	iii۔ کمزور، لاغر اور بوڑھا ہونا	
۱۲۱	iv۔ عورت کا حاملہ ہونا یا دودھ پلانا	
۱۲۱	v۔ جہاد میں شرکت	
۱۲۱	روزے کے ارکان	
۱۲۲	روزے کی نیت کے احکام	
۱۲۳	سحری و افطاری کے احکام	
۱۲۴	روزہ توڑنے والی چیزیں	
۱۲۵	روزہ کے مکروہات	
۱۲۵	روزہ توڑ ڈالنے کا کفارہ	
۱۲۷	**باب نہم: چند نفلی روزوں کی فضیلت**	۱۰
۱۲۹	صومِ عاشورہ	
۱۳۰	صومِ عرفہ	
۱۳۰	شوال کے چھ روزے	
۱۳۱	شعبان کا روزہ اور شب برات	
۱۳۱	ایامِ بیض کے روزے	

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۱۳۲	دوشنبہ اور جمعرات کا روزہ	
۱۳۳	بدھ، جمعرات و جمعہ کا روزہ	
۱۳۳	صومِ داؤدی	
۱۳۵	**باب دہم: حقیقتِ اعتکاف**	۱۱
۱۳۷	رہبانیت کیا ہے	
۱۳۹	ایک غور طلب نکتہ	
۱۳۹	اسلام میں رہبانیت کا تصور	
۱۴۰	اسلام کا عمومی خراج	
۱۴۱	سود کا بدل..... قرضہ حسنہ	
۱۴۱	نشہ شراب کا بدل..... نشہ شرابِ عشق الٰہی	
۱۴۱	ایک سوال؟	
۱۴۲	حقیقتِ اعتکاف..... خلوت نشینی	
۱۴۲	خلوت نشینی کیوں؟	
۱۴۳	اعتکاف کی نیت کیا ہو؟	
۱۴۴	ایک دلچسپ حکایت	
۱۴۴	حقیقت نفس	
۱۴۵	مقصود خلوت نشینی	
۱۴۷	مسائل اعتکاف	

	اعتکاف واجب	۱۴۷
	اعتکاف سنت مؤکدہ	۱۴۷
	اعتکاف مستحب	۱۴۸
	اعتکاف کے چند دیگر مسائل	۱۴۸
۱۲	**باب یازدہم: شب قدر اور اس کی فضیلت**	۱۵۱
	شب قدر کا معنی و مفہوم	۱۵۳
	یہ رات کیوں عطا ہوئی؟	۱۵۵
	امتِ محمدی ﷺ کی خصوصیت	۱۵۷
	پہلی امتوں میں عابد کسے کہا جاتا تھا؟	۱۵۷
	فضیلتِ شب قدر: احادیث کی روشنی میں	۱۵۸
	شب قدر کو مخفی کیوں رکھا گیا	۱۵۹
	ایک جھگڑا علم شب قدر سے محرومی کا سبب بنا	۱۶۰
	ایک صحابی کو آگاہ فرمانا	۱۶۲
	شب قدر کے تعین کے سلسلے میں ایک ایمان افروز واقعہ	۱۶۳
	شب قدر کا وظیفہ	۱۶۷
	اشاریہ	
	کتابیات	

پیش لفظ

مذہب کا اصل مقصد درحقیقت تصفیہ عقائد، تزکیہ نفس و روح اور اخلاق حسنہ کی ترویج ہے۔ اسی لئے حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد ہی یہ بیان فرمایا ’’**بعثت لاتمم مکارم الاخلاق**‘‘ کہ مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اس لحاظ سے انسانیت کا نصب العین اخلاقِ حسنہ کی تکمیل ہے جو تزکیہ نفس کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔

مذاہب عالم کے مطالعہ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ دنیا کا ہر مذہب کسی نہ کسی صورت میں تزکیہ نفس اور روحانی طہارت کی اہمیت کو اجاگر کرتا رہا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کے ہاں اس کے انداز مختلف اور طریقے علیحدہ ہیں مثلاً ہندوؤں کے ہاں پوجا کا تصور ہے، عیسائیوں کے ہاں رہبانیت کا رجحان، یونان کے مفکرین نے اس سلسلے میں ترک دنیا کو ضروری قرار دیا اور بدھ مت کے ہاں جملہ خواہشات کو قطعاً فنا اور ختم کر دینا لازمی قرار دیا گیا ہے، لیکن اسلام ایک ایسا سادہ اور آسان دین ہے، جو ان تمام خرافات اور افراط و تفریط سے پاک ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیں تقوی اور تزکیہ نفس کے لئے ارکان اسلام کی صورت میں ایک ایسا پانچ نکاتی لائحہ عمل عطا کر دیا، جو فطرۃً انسان سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت آسان اور قابلِ عمل بھی ہے۔

انہیں ارکان اسلام میں سے روزہ ایک اہم ترین ہے، جو تزکیہ نفس کے لئے

اکسیر کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ روزہ کا تصور کم وبیش ہر مذہب اور ہر قوم میں موجود رہا ہے اور اب بھی ہے، مگر اسلام میں روزے کا تصور یکسر جداگانہ، منفرد اور مختلف ہے۔ اس سلسلے میں اختصار کے پیش نظر ہم صرف دو انگریزی اقتباسات کا اردو ترجمہ بطور شہادت نقل کرتے ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا آف جیوز میں اس طرح لکھا ہے:

> ''یہودی اور عیسائی روزہ بطور کفارۂ گناہ یا توبہ کی خاطر یا پھر ان سے بھی تنگ تر مقاصد کے لئے رکھتے تھے اور ان کا روزہ محض رسمی نوعیت کا ہوتا تھا یا پھر قدیم تر ایام میں روزہ ماتم کے نشان کے طور پر رکھا جاتا تھا۔''

یعنی اس وقت روزے کی اصل مقصدیت سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ان لوگوں نے اپنے مخصوص مفادات کے لئے روزے کو محدود کر لیا تھا، مگر اسلام نے اس میدان میں بھی انسانیت کو روزے کے ذریعے ایک نظام تربیت دیا۔ مذکورہ بالا کتاب میں اس حقیقت کا اعتراف یوں کیا گیا ہے:

> ''یہ اسلام ہی ہے جس نے روزے کے بارے میں اپنا زاویہ نگاہ اور دائرہ کار وسیع کر دیا اور روزہ کے اغراض و مقاصد کو بلند کر دیا۔ زندگی کی وہ تمنائیں اور خواہشات نفسانیہ جو عام طور پر جائز ہیں اسلامی روزہ میں ان پر بھی معین عرصہ کے لئے پابندی عائد کر دی جاتی ہے اور اسلام کا ماننے والا ان پابندیوں کو اپنی دلی رغبت و مسرت کے ساتھ اپنے اوپر عائد کر لیتا ہے۔ یہ چیزیں جسم و روح دونوں کے لئے ایک مفید ورزش ہے۔''

علاوہ ازیں مختلف مذاہب میں روزہ رکھنے کے مکلّف بھی مختلف طبقات میں

موجود ہے' مثلاً پارسیوں کے ہاں صرف مذہبی پیشوا' ہندوؤں میں برہمن اور یونانیوں کے ہاں صرف عورتیں روزے رکھنے کی پابند ہیں، جبکہ ان کے اوقاتِ روزہ میں بھی اختلاف اور افراط وتفریط پائی جاتی ہے لیکن اسلام کے پلیٹ فارم پر دنیا کے ہر خطے میں رہنے والے عاقل' بالغ مسلمان مرد وعورت کے ایک ہی وقت میں ماہ رمضان کے روزے فرض کئے گئے ہیں۔

ارشادفرمایا گیا:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔	پس تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پالے تو وہ اس کے روزے ضرور رکھے۔

(البقرة' ۲:۱۸۵)

ماہِ رمضان ہر سال رحمتوں' برکتوں اور مغفرتوں کے انمٹ خزانے لے کر سایہ فگن ہو جاتا ہے۔ اس ماہ مبارک کے کچھ ایسے تقاضے اور ذمہ داریاں بھی توجہ طلب ہیں، جن سے عہدہ برآ ہونا ہر خاص وعام کا دینی فریضہ ہے۔

اس میں شک نہیں کہ مسلمان خواہ دیارِ غیر میں ہو یا کسی اسلامی ریاست کا باشندہ تقویٰ اس کا انفرادی عمل ہے، مگر غیر مسلم معاشروں میں اسلام کے نام لیواؤں کے لئے یہ ماہِ مقدس دوسرے مسلمانوں سے نسبتاً زیادہ صبر آزما' ضبطِ نفس اور ایمانی امتحان کی رزمگاہ ہے جہاں قدم قدم پر بدکاری' عریانی وفحاشی سے رچے ہوئے بازار اور محافلِ شباب و شراب کی دلآویزیاں' ہر آن انہیں اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ انہیں خرمنِ ایمان وتقویٰ جلانے کی ہزار ہا شیطانی کوششوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ ایسے میں جلوۂ دانشِ فرنگ سے خیرہ نہ ہونے والی آنکھیں اور محتاط دل ہی یقیناً تقویٰ کے مطلوبہ معیار پر پورا اتر سکتے ہیں۔

علاوہ ازیں روزہ بھوک پیاس کے احساس کے ذریعے ہمیں اپنے اردگرد

مسلمان بھائیوں کی حاجتوں کی طرف بھی متوجہ کرتا ہے۔ ہم میں سے کتنے صاحبِ ثروت حضرات ایسے ہیں جو روزہ ٹھنڈے دفاتر' ائرکنڈیشنڈ گھروں اور گاڑیوں میں گزار کر شام کو انواع و اقسام کے کھانوں' رنگا رنگ پھلوں اور نوع بنوع مشروبات سے چنے ہوئے دستر خوان پر بیٹھتے وقت باہر گلیوں اور سڑکوں پر بیٹھے ہوئے غریب و مفلس روزہ دار مسلمان بھائیوں کی ضرورتوں کا احساس بھی کرتے ہیں۔ عین ممکن ہے ہمارے پڑوس میں کوئی خالی پیٹ پانی کے گھونٹ سے روزہ رکھ رہا ہو اور شام کے کھانے کے لئے کسی کے ہاتھوں کی طرف دیکھ رہا ہو۔ لہذا روزہ ہمیں یہ تعلیم بھی دیتا ہے کہ ہم خود ہی پر تکلف کھانوں اور ٹھنڈے میٹھے مشروبات سے شکم سیر نہ ہوں، بلکہ اپنے نادار' مفلس' فاقہ کش اور تنگ دست مسلمان بھائیوں کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھیں، جن کے پاس اتنی طاقت نہیں کہ وہ لباس وطعام خرید کر اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا تن ڈھانپ سکیں اور پیٹ پال سکیں۔

یہ ماہ مقدس ہمارے لئے یہی پیغام لاتا ہے کہ ہم جہاں بھی ہوں' جس حالت میں بھی ہوں، ایک دوسرے کے لئے رحمت و شفقت کا پیکر بن جائیں' دوسروں کی ضرورتوں کا بھی اسی طرح احساس کریں، جس طرح اپنی ضرورتوں کو محسوس کرتے ہیں۔ اپنی خوشیوں میں معاشرے کے ستم رسیدہ حضرات' یتیموں اور بیواؤں کو بھی شامل کریں کہ یہی اصل عید ہے۔ اپنے معاشرے کو پرکیف روحانی ماحول فراہم کرنے کے لئے رمضان شریف کا یہ پیغام گھر گھر اور گلی گلی پہنچائیں۔ مسلمانوں کو رمضان المبارک میں قرآنی تعلیمات کی تفہیم کے مواقع دیں۔ گھروں میں قرآن خوانی اور قرآن فہمی کی ترغیب دیں' اپنے قول و فعل سے تمام غیر اسلامی اور ناپسندیدہ شعائر کی مذمت کریں۔ ریاکاری' بدکاری' غیبت' عیب جوئی' مکر و فریب' تعصب' بغض و حسد اور جھوٹ جیسے روحانی امراض سے خود کو بچائیں اور ان کے مہلک اثرات سے دوسروں کو بھی آگاہ کریں۔ یہی تقویٰ کا تقاضا' اسلامی تعلیمات کا مدعا' روزے کا مقصد اور تحریک منہاج القرآن کا پیغام ہے۔

روزہ کی حکمت و فلسفہ پر مشتمل یہ مختصر کتاب ارکان اسلام کے ضمن میں دیئے گئے خطبات جمعہ کا مرتبہ مجموعہ ہے، جس میں قائد انقلاب پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ نے انتہائی عام فہم انداز میں جدید سائنسی تحقیقات کے حوالے سے روزے کی بعض حکمتیں سمجھائی ہیں۔ بالخصوص تزکیہ نفس جیسی روزہ کی بنیادی حکمت کو جس انوکھے اور جدید علمی انداز میں زیر بحث لایا گیا ہے' اس کی شاید ہی کہیں نظیر مل سکے۔

خاکِ رہ صلحا

علی اکبر قادری

باب اوّل

روزے کی فرضیت

یہ بات محتاج وضاحت نہیں کہ ارکان اسلام میں روزہ تیسرا بنیادی رکن ہے جس کی پابندی شہادت توحید و رسالت اور نماز کے بعد فرض کا درجہ رکھتی ہے۔ زیرنظر موضوع ان حکمتوں سے متعلق ہے، جو فرضیت روزہ کے عمومی حکم میں کارفرما ہیں، جس کے تحت ہم روزے کے افادی پہلوؤں کا تفصیل کے ساتھ جائزہ لیں گے تاکہ ان اثرات کو جو روزہ انسان کی مادی اور روحانی زندگی پر مرتب کرتا ہے' اجاگر کیا جا سکے۔

روزے کی فرضیت

قرآن حکیم میں اللہ رب العزت روزے کی فرضیت کے باب میں بلا استثنائے مرد و زن تمام اہل ایمان سے ارشاد فرماتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَO (البقرة' ۲:۱۸۳)	اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کئے گئے ہیں، جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

اس آیہ کریمہ میں دو باتیں بصراحت بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ روزے صرف امت محمدیہ ﷺ پر ہی نہیں بلکہ امم سابقہ پر بھی فرض کئے گئے' دوسرا روزے کا مقصد بیان کیا گیا ہے۔

۱- ثقہ روایت کے مطابق روزے کی فرضیت کا حکم دوسری صدی ہجری میں تحویلِ کعبہ کے واقعہ سے دس روز بعد ماہِ شعبان میں نازل ہوا۔ آیت روزہ شعبان کے مہینے میں نازل ہوئی، جس میں رمضان المبارک کو ماہ صیام قرار دیتے ہوئے باری تعالٰی نے اہل ایمان سے ارشاد فرمایا:

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ (البقرۃ، ۱۸۵:۲)	پس تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پالے تو وہ اسکے روزے ضرور رکھے۔

اس آیہ مبارکہ میں روزہ رکھنے کا حکم ہر اس صاحبِ ایمان کو دیا گیا ہے، جو اپنی زندگی میں اس ماہ مقدس کو پا لے۔

امت مصطفویﷺ سے پہلے یہود و نصاریٰ دس محرم الحرام (عاشورہ) کا روزہ باہتمام رکھتے تھے۔ اسی طرح ہر قمری مہینے کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کے تین دن جنہیں ایام بیض سے موسوم کیا جاتا ہے، کے روزے پہلی امتیں بڑے اہتمام کے ساتھ رکھا کرتی تھیں۔ رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت کے بعد ان روزوں کی حیثیت بریں بنا سنت کا درجہ اختیار کر گئی کہ آنحضورﷺ کا عاشورہ اور ایام بیض کے روزے رکھنے کا معمول مدت العمر قائم رہا۔ روزے کی فرضیت کا منکر کافر اور اسکا تارک گنہگار ہے۔

۲- آیت مبارکہ میں دوسری چیز جو بیان کی گئی ہے وہ روزے کا مقصد ہے جو کہ تقویٰ ہے یعنی روزہ انسان میں تقویٰ پیدا کرتا ہے۔ اگر انسان روزہ رکھ کر بھی تقویٰ حاصل نہیں کرتا تو پھر انسان نے روزے کے حقیقی مقصد کو نہیں پایا۔

روزہ کے واجبات وشرائط

روزے کو عربی میں ''صوم'' کہتے ہیں جس کا لغوی معنی کسی ارادی فعل سے

باز رہنے اور رک جانے کا ہے۔ اصطلاحِ شریعت میں روزے کی درج ذیل تعریف بیان کی گئی ہے۔

الامساک عن المفطرات مع اقتران النية به من طلوع الفجر الی غروب الشمس۔	روزے کی نیت کے ساتھ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک ہر قسم کے مفطرات سے رک جانا۔

(تفسیر القرطبی، ۲:۲۷۳)

بعض علمائے فقہ نے **الامساک عن المفطرات** کا معنی **الامساک عن الاکل والشرب والجماع** کھانے پینے اور عمل زوجیت سے باز رہنا بیان کیا ہے۔ فقہی اعتبار سے پو پھٹنے سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور ازدواجی تعلق (مباشرت) سے باز رہنے کے عمل کو صوم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس بنا پر روزہ مندرجہ ذیل پانچ چیزوں کو ملحوظ رکھنے سے عبارت ہے۔

۱۔کھانے سے اجتناب ۲۔ پینے سے اجتناب

۳۔ازواجی تعلق سے اجتناب ۴۔روزے کی مدت(Duration)

۵۔اجتناب کی نیت

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ متذکرہ بالا افعال کا صدور اس وقت روزے کی ہیئت اختیار کرتا ہے، جب یہ بہ نیت روزہ ہو، بغیر نیت کے محض بھوک اور پیاس کو اپنے اوپر طاری کر لینا روزہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

رمضان کی وجہ تسمیہ

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ رمضان رمضاء سے مشتق ہے۔ اس کا معنی سخت گرم زمین ہے لہٰذا رمض کا معنی سخت گرم ہوا۔ رمضان کا یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے

کہ جب عربوں نے پرانی لغت سے مہینوں کے نام منتقل کئے تو انہیں اوقات اور زمانوں کے ساتھ موسوم کر دیا، جن میں وہ اس وقت واقع تھے۔ اتفاقاً رمضان ان دنوں سخت گرمی کے موسم میں آیا تھا، اس لئے اس کا نام رمضان رکھ دیا گیا۔(مرقاۃ المفاتیح، ۴: ۲۲۹)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رمضان کا لفظ رمض الصائم سے لیا گیا ہے، جس کا معنی یہ ہے کہ روزہ دار کے پیٹ کی گرمی شدید ہوگئی۔ رمضان کو رمضان کا نام اس لئے دیا گیا کہ وہ گناہوں کو جلا دیتا ہے۔ (لسان العرب، ۷: ۱۶۲)

رمضان المبارک:
احادیث نبوی کی روشنی میں

۱۔ روزہ گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، قال قال رسول اللہ ﷺ: من صام رمضان ایماناً و احتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ۔

(صحیح البخاری، ۱:۱۰، کتاب الایمان، رقم حدیث: ۳۸)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کا روزہ رکھا اس کے پچھلے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ میں روزہ رکھنے اور رمضان المبارک میں قیام کرنے کے ساتھ ایمان اور احتساب کی شرط لگا دی، یعنی اس حالت میں رمضان المبارک کے روزے رکھے اور راتوں کو قیام کرے کہ حضور سے ثابت شدہ سب چیزوں کی تصدیق کرے اور فرضیتِ صوم کا اعتقاد بھی رکھے تو اس کو ایمان کا روزہ کہا جائے گا۔

احتساب کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی سے طلبِ ثواب کے لئے یا اس کے اخلاص کی وجہ سے روزہ رکھا اور روزے کی حالت میں صبر کا مظاہرہ اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہا۔

جو آدمی ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان المبارک کے روزے رکھتا ہے اور رمضان المبارک کی راتوں میں قیام کرتا ہے تو اس کے تمام صغائر معاف

کر دیے جاتے ہیں۔ اور کبائر کی معافی کی امید رکھی جاسکتی ہے یا کبائر کا بوجھ ہلکا بھی ہوسکتا ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

حدثنی عبدالرحمن بن عوف، عن رسول اللہ ﷺ قال: من قام رمضان ایماناً و احتساباً خرج من ذنوبه کیوم ولدته امه۔

(سنن النسائی، ۱:۳۰۸، کتاب الصیام، رقم حدیث: ۲۲۰۸)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوجاتا ہے، جس طرح ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے ہو۔

۲۔روزہ دار کے حصے میں دوخوشیاں ہیں:

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

للصائم فرحتان، یفرحهما: اذا افطر فرح، و اذا لقی ربه فرح بصومه۔

(صحیح البخاری، ۱:۲۵۵، کتاب الصوم، رقم حدیث:۱۸۰۵)

روزہ دار کے لئے دوخوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔

ایک خوشی ہر روزے دار کو اس وقت میسر ہوتی ہے، جب وہ کڑے دن کی بھوک اور پیاس کے بعد لذتِ طعام سے آسودہ ہوتا ہے۔ دوسری خوشی حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق اس وقت نصیب ہوگی جب عالمِ اخروی میں اسے

دیدارِ الٰہی کی نعمتِ عظمٰی سے نوازا جائے گا۔

متعدد احادیث مبارکہ اس مضمون پر دلالت کرتی ہیں کہ شہد کی روح جب قفس عنصری سے پرواز کر رہی ہوتی ہے تو اس لمحہ اسے خدا کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔ روایات میں ہے کہ اہلِ جنت سے جب اللہ رب العزت پوچھیں گے کہ میری جنت میں کس چیز کی کمی ہے؟ تو وہ بے اختیار پکار اٹھیں گے کہ باری تعالیٰ تیری جنت میں ہر نعمت موجود ہے۔ ایک گوشے میں شہید سکوت برلب اس حال میں بیٹھے ہوں گے کہ ان کے چہروں سے قدرے اضطراب اور آشفتگی کے آثار مترشح ہوں گے۔ ان کی اداسی اور پژمردگی کا سبب پوچھا جائے گا تو وہ جواب دیں گے کہ اے باری تعالیٰ یوں تو تیری جنت میں کسی چیز کی کمی نہیں' لیکن اس میں ایک چیز کی کمی ہے جو بہت شاق گزر رہی ہے'' یہ پوچھنے پر کہ وہ کیا ہے ان کا جواب ہوگا کہ مولا ہمیں تیری جنت میں وہ لذت وحلاوت میسر نہیں' جو تیری راہ میں جان دیتے ہوئے نصیب ہوئی تھی۔ کاش ہمیں دنیا میں پھر واپس بھیج دیا جائے کہ بارِ دیگر تیری راہ میں جہاد کریں اور جان کا نذرانہ پیش کر کے وہ لذتِ دیدارِ خداوندی دوبارہ حاصل کرسکیں۔

روزے دار کو آخرت میں اس نعمتِ غیر مترقبہ سے نوازا جائے گا' جس کے حصول کے لئے شہید بار بار اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کی آرزو کرے گا۔

۳۔ روزے کا اجر وثواب

عن ابی هريرةؓ ، قال قال رسول اللهﷺ : كل عمل ابن آدم يضاعف الحسنة الى ماشاء الله يقول الله تعالىٰ: ألا الصوم، فانه لى،

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: آدم کے بیٹے کا نیک عمل دس گناہ سے لے کر سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے۔ اللہ

و أنا أجری به۔	تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روزہ اس سے
(سنن ابن ماجہ: ۱۱۹، کتاب الصیام،	مستثنیٰ ہے، کیونکہ وہ میرے لئے
باب ما جاء فی فضل الصیام، رقم حدیث:	ہے۔ اور میں بھی اس کی جزا دوں گا۔
۱۶۳۸)	

اس حدیث مبارکہ سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ بعض اعمال کا ثواب صدق نیت اور اخلاص کی وجہ سے دس گنا سے بڑھ کر سات سو گنا تک بلکہ بعض دفعہ اس سے بھی زیادہ ثواب ہوتا ہے، لیکن روزہ کا ثواب بے حد اور بے اندازہ ہے۔ یہ کسی ناپ تول اور حساب کا محتاج نہیں ہے۔ اس کی مقدار اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔

روزے کی فضیلت کے اسباب:

روزے کی اس قدر فضیلت کے درج ذیل اسباب بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ ایک تو یہ کہ روزہ لوگوں سے پوشیدہ ہوتا ہے، اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ جبکہ دوسری عبادتوں کا یہ حال نہیں ہے، کیونکہ ان کا حال لوگوں کو معلوم ہوسکتا ہے۔ اس لحاظ سے روزہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے۔ **فانہ لی** سے اسی چیز کی طرف ہیں اشارہ ہے۔

۲۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ روزے میں نفس کشی، مشقت اور جسم کا نقصان ہوتا ہے۔ اس میں بھوک، پیاس اور دیگر خواہشاتِ نفسانی پر صبر کرنا پڑتا ہے، جبکہ دوسری عبادتوں میں اس قدرت مشقت اور نفس کشی نہیں ہے۔

۳۔ نواب صدیق الحسن بھوپالی **فانہ لی** اور **و انا اجزی بہ** کی شرح میں لکھتے ہیں کہ: روزے کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کی ایک علت یہ بھی ہے کہ ویسے تو ساری عبادات و طاعات اللہ ہی کے لئے ہوتی ہیں، لیکن روزے کے ساتھ کبھی

غیر اللہ کی عبادت نہیں کی گئی۔ کیونکہ کفار و مشرکین نے کسی دور میں بھی اپنے کسی معبود کی تعظیم روزے کے ساتھ نہیں کی۔ اگرچہ وہ نمازی سجدے اور ذکر و نیاز کی بعض صورتوں کے ساتھ وہ اپنے معبود یعنی باطل کی تعظیم و عبادت کیا کرتے تھے۔ پس اس وجہ سے روزہ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

۴۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ روزہ میں ریاکاری کا عمل دخل نہیں ہوتا' جبکہ دوسری ظاہری عبادات میں روزہ' حج' زکوۃ' صدقہ میں ریاکاری کا شائبہ ہوسکتا ہے۔

۵۔ امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ روزے کی اس خصوصیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ روزے دار کو روزہ میں حظِ نفسانی حاصل نہیں ہوتا' لہذا روزہ اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے۔

۶۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کھانے پینے سے استغناء اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے۔ روزہ دار اگرچہ اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے متشابہ تو نہیں ہوسکتا' لیکن وہ ایک لحاظ سے اپنے اندر یہ خلق پیدا کر کے مقرب الٰہی بن جاتا ہے۔

۷۔ اس کے ثواب کی مقدار کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے' جبکہ باقی عبادات کے ثواب کو رب تعالیٰ نے مخلوق پر ظاہر کر دیا ہے۔ اس لئے یہ عبادت اللہ کے لئے مخصوص ہے۔

۸۔ باقی تمام عبادات سے تو حقوق العباد کی کوتاہیوں کی تلافی ہوگی' لیکن روزہ اس مقصد کے لئے میدانِ حشر میں خرچ نہیں کیا جائے گا۔

۹۔ روزہ ایسی عبادت ہے' جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا' حتی کہ فرشتے بھی معلوم نہیں کر سکتے۔

۱۰۔ روزہ کی اضافت اللہ کی طرف تشریف اور عظمت کیلئے ہے جیسا کہ بیت اللہ کی اضافت محض تعظیم و تشریف کے لئے ہے' ورنہ سارے گھر اللہ ہی کے ہیں۔

۱۱۔ روزہ دار اپنے اندر ملائکہ کی صفات پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس لئے وہ اللہ کو محبوب ہے۔

۱۲۔ صبر جزا کی حد نہیں ہے، اس لئے رمضان کے روزوں کی جزا کو بے حد قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف منسوب کیا کہ اس کی جزا میں ہوں۔

۴۔ روزہ ڈھال ہے:

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الصوم جنة من النار کجنة احدکم من القتال.

(سنن النسائی، ۱: ۳۱۱، کتاب الصیام، رقم حدیث: ۲۲۳۰، ۲۲۳۱)

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ روزہ جہنم کی آگ سے ڈھال ہے جیسے تم سے کسی شخص کے پاس لڑائی کی ڈھال ہو۔

جس طرح کہ میدانِ جنگ میں ڈھال غازی کے ہاتھ میں ہوتی ہے پس گویا کہ روزہ بطور تمثیل اس کی ڈھال بن جائے گا۔ اس حدیث کے مطابق نماز مومن کے ایمان کی برہان اور دلیل ہے، کیونکہ بریان دائیں طرف ہوتی ہے ۔ گویا کہ یہ مدعی کے لئے بطور شاہد ہے۔ اور غازی کے لئے بطور تلوار اور روزہ اس طرح ہے، جس طرح مدعی علیہ کے لئے حلف ہوتا ہے اور ڈھال نمازی کو دشمن کے وار سے بچاتی ہے اور خود غازی کو بری الذمہ کرتی ہے۔ پس اب واضح ہوگیا کہ نماز کا برہان ہونا اور روزے کا ڈھال ہونا محض بطور اندازہ اور مجاز و تخیل کی قسم سے نہیں بلکہ ان دونوں میں جو مخصوص معنی پایا جاتا ہے، اس کے باعث یہ نام رکھا جانا مناسب ہے۔

امام احمدؒ کی ایک روایت میں جنة و حیص حصین من النار کے الفاظ ہیں جبکہ دوسری روایت میں الصیام جنة مالم یخرقھا کے الفاظ ہیں۔ امام دارمیؒ نے اس میں بالغیبۃ کے لفظ کا اضافہ کیا ہے۔ دارمیؒ اور ابوداؤدؒ نے اس لفظ کو ترجمہ الباب میں بھی رکھا ہے۔ جنۃ کے لفظ کا معنی وقایۃ اور ستر ہے۔ اور ان روایت سے ستر کا متعلق واضح ہوگیا کہ وہ النار ہے۔ امام بن عبدالبرؒ نے اس حدیث کی شرح میں اس کو بالجزم لکھا ہے۔ لیکن صاحبِ نہایہ لکھتے ہیں کہ روزہ کے ڈھال ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ روزہ دار کو موذی شہوات سے باز رکھتا ہے۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ روزہ کے ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی مشروعیت کے لحاظ سے سترہ اور حفاظت کا سامان ہے۔ پس روزہ دار کا فرض ہے کہ اسے ایسی چیزوں سے بچائے جو اسے فاسد کردیتی ہیں اور اس کے ثواب کو کم کردیتی ہیں۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ روزہ کو اس کے فائدہ کے لحاظ سے ڈھال قرار دیا جائے کہ وہ شہواتِ نفس کو ضعف کردیتا ہے۔

قاضی عیاض نے اکمال میں فرمایا ہے کہ جنۃ کا معنی ہے کہ روزہ گناہوں اور آگ سے حفاظت کا سبب ہے۔ امام ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ روزہ جہنم اس لئے بنایا گیا ہے کہ جہنم کو شہوات کے ساتھ گھیرا گیا ہے' پس جو آدمی شہوات سے بچے گا وہ جہنم سے محفوظ رہے گا اور روزہ شہوات سے چونکہ بچاتا ہے' اس لئے وہ جہنم کی آگ ڈھال بن جاتا ہے۔ جنۃ کا معنی ڈھال' پردہ اور بچاؤ کا سامان روزہ گناہوں اور جہنم سے بچاؤ کا باعث ہے۔ الصیان جنۃ کی مراد ابن حبانؒ اور مسند احمدؒ کی صحیح حدیث سے واضح ہوجاتی ہے کہ جس میں آتا ہے کہ میت کو جب اس کی قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو نماز اس کے دائیں طرف سے آجاتی ہیں روزہ بائیں طرف سے' قرآن سر کی جانب سے' اور صدقہ پاؤں کی طرف سے آجاتا ہے۔ اس سے معلوم

ہوا کہ روزہ کی محافظت روزہ دار کے لئے فقط روزے سے ہی نہیں بلکہ دوسری عبادات سے بھی ہوگی۔ روزہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ عذاب سے روزہ دار کو بچائے گا اور اس کے دائیں طرف آ جائے گا۔

۵۔ روزہ دار کے منہ کی ہوا کا متغیر ہوجانا:

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن ابی هريرة' قال قال رسول الله: والذی نفس محمد بيده لخلوف فم الصائم اطيب عند الله يوم القيامة من ريح المسک۔

(صحیح لمسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام، رقم حدیث: ۱۱۵۱)

حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے قبضہ میں محمد(ﷺ) کی جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی ہوا اللہ کے نزدیک یوم قیامت مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہے۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ اس کلام میں مجاز اور استعارہ ہے۔ کیونکہ بعض قسم کی خوشبوؤں کی طرف میلانِ طبع اور بعض سے نفرت، مخلوق کا خاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے متقدس ہے اور چونکہ انسان اپنے محاورات میں خوشبوں کی تعریف کرنا اور اس کی اچھائی کو بیان کرنے کا عادی ہے، لہذا اللہ تعالیٰ کے متعلق بھی محاوراتی کلام کے رنگ میں اس کی رضا و خوشنودی کے بارے میں یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ روزہ دار کو اس بو کے عوض جو خلوِ معدہ کی وجہ سے منہ میں پیدا ہوجاتی ہے کہ قیامت میں

بہترین خوشبو بطور جزا دیں گے۔ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ شہید کے خون کی خوشبو مشک جیسی ہوگی۔

امام نوویؒ نے اس جملہ کی شرح میں فرمایا ہے کہ صحیح ترین اس کا معنی یہ ہے کہ خلوفِ صائم کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں مشک سے بھی زیادہ ہے۔

عیدین اور جمعہ کے موقع پر مشک کے استعمال کو بہت زیادہ پسند کیا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلوف کا ثواب مشک کی اس محبوبیت سے بھی زیادہ ہے۔

٦۔ جنت کے دروازہ کا کھل جانا اور جہنم کے دروازہ کا بند ہونا

عن ابی هریرةؓ، قال قال رسول اللهﷺ: اذا دخل شهر رمضان فتحت ابواب الجنة وغلقت ابواب جهنم و سلسلت الشياطين۔

(صحیح البخاری، ۱:۲۵۵، کتاب الصوم، رقم حدیث: ۱۸۰۰)

حضرت ابو ہریرۃ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: جب رمضان داخل ہوجاتا ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔

آسمان کے دروازے کھلنا کنایہ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ رحمت خداوندی پے در پے نازل ہوتی ہے اور نیک اعمال کسی رکاوٹ کے بغیر اوپر چڑھتے ہیں۔ اور دعا قبول ہوتی ہے اور جنت کے دروازوں کا کھولا جانا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ رمضان میں نیک اعمال کی توفیق ہوتی ہے جو حصولِ جنت کا

باعث ہیں۔ اور دوزخ کے دروازوں کے بند کئے جانے سے مراد یہ ہے کہ روزہ دار کو ایسے اعمال کی توفیق دی جاتی ہے کہ جو جہنم میں داخل ہونے کا باعث ہیں' کیونکہ وہ کبائر سے بچتا ہے اور روزے کی برکت سے اس کے صغیرہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

شیطانوں کا جکڑ دینا جانا اس امر سے کنایہ ہے کہ شیطان لوگوں کو بہکانے سے باز رہتے ہیں اور اہل ایمان ان کے وسوسے قبول نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روزے کی وجہ سے حیوانی قوت جو غضب اور شہوت کی جڑ ہے' جاتی رہتی ہے اور غضب اور شہوت ہی بڑے بڑے گناہوں کا باعث ہوتے ہیں۔ اور قوتِ عقلیہ جو طاعت اور نیکیوں کا باعث ہے' روزے کی وجہ سے قوی ہوتی ہے' جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ رمضان میں اور دنوں کی نسبت گناہ کم ہوتے ہیں۔ اور عبادت زیادہ ہوتی ہے۔

شیطانوں کے جکڑے جانے کا مفہوم

اگر اس کو ظاہری معنی پر محمول کیا جائے پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ بات بھی دیکھنے میں آتی ہے کہ بعض نافرمان لوگ گناہ کرتے دیکھے جاتے ہیں۔ اگر وہ ایک قسم کا گناہ ترک کریں گے تو دوسری قسم کو اختیار کرلیں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شیطانوں کے جکڑے جانے کی علامت یہ ہے کہ گناہوں میں منہمک ہونے والے اکثر لوگ رمضان میں باز آجاتے ہیں اور توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ پہلے وہ نماز قائم نہیں کرتے تھے' اب پڑھنے لگتے ہیں اس طرح وہ قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر کی محافل میں شریک ہونے لگتے ہیں' حالانکہ وہ پہلے ایسا نہیں کیا کرتے تھے' پہلے جن گناہوں میں علی الاعلان مشغول رہتے تھے اب ان سے باز آجاتے ہیں۔ اور بعض جن کا عمل اس کے خلاف نظر آتا

ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطانی وساوس ان کے شریر نفوس کی جڑوں میں سرایت کر چکے ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ جیسا کہ دوسری حدیث کے الفاظ سے واضح ہے۔ **سلسلت مردة الشياطين**۔ شیطانوں کے سردار کو جکڑ دیا جاتا ہے، ضروری نہیں کہ سب شیاطین کو جکڑ دیا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ شیطانوں کے سردار (ابلیس) کو جکڑ دیا جاتا ہے، لیکن اس کے چھوٹے چیلے چانٹے نہیں جکڑے جاتے، بلکہ وہ اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ گناہوں کا وقوع شیطانوں پر ہی منحصر نہیں، کیونکہ آدمی کا نفس اس کا سب سے بڑا دشمن ہے، اگر کوئی یہ کہے کہ زمانے میں شر تو موجود ہے اور گناہ بھی مسلسل ہو رہے ہیں تو پھر اس کے جکڑنے کا کیا فائدہ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے اس کی سرکشی اور طغیانی کی شوکت ٹوٹتی ہے اور اس کے ہتھیار کند ہوجاتے ہیں اور اس کی بھڑکائی ہوئی آگ کچھ مدت کے لئے ٹھنڈی پڑ جاتی ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو خدا بھی جانتا ہے کہ وہ کیا گل کھلاتا؟ کیونکہ وہ اپنے لاؤ لشکر اور چیلے چانٹوں کی مرد اور تعداد پر مغرور ہے۔

اس کا یہ معنی بھی مراد لیا جاسکتا ہے کہ رمضان المبارک کے روحانی ماحول میں چونکہ روزہ دار نیکیوں میں مشغول اور برائیوں سے دور ہوجاتے ہیں۔ لہذا وہ شیطانی اغوا اور وساوس کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔

حجۃ اللہ البالغہ میں حضرت شاہ ولی اللہؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جنت کے دروازوں کا کھولا جانا اہل ایمان کے لئے فضل ہے، ورنہ کفار و مشرکین تو ان دنوں میں گمراہی و ضلالت میں پہلے سے بھی زیادہ مصروف ہوجاتے ہیں، کیونکہ شعائر اللہ کی ہتک کرتے ہیں لیکن اہلِ ایمان چونکہ رمضان کے روزے رکھتے ہیں اور عبادت و ریاضت کرتے ہیں۔ اس مبارک مہینے میں نیکیوں کی کثرت

کرتے ہیں اور برائیوں سے بچے رہتے ہیں۔ اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیے گئے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیے گئے ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ: ۴:۳۷)

علامہ زرکشیؒ فرماتے ہیں کہ رحمت کے دروازوں کا کھولا جانا اپنے حقیقی معنی پر اس شخص کے حق میں محمول ہے، جو رمضان میں وفات پائے اور اس کے اعمال فاسد نہ ہوں۔

محدث ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ جنت کے دروازوں کے کھولے جانے کا فائدہ یہ ہے کہ ملائکہ روزہ داروں کے عمل کو اچھا جان کر ان کے لئے جنت کو تیار کرتے ہیں۔ اور یہ خدا کی طرف سے روزہ داروں کی بڑی عزت افزائی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ شیاطین کے جکڑے جانے کا مطلب عینیؒ نے یہ لکھا ہے کہ شیاطین سے مراد اس حدیث میں ملاء اعلی کی باتیں اڑا کر لے بھاگنے پلا لے اور چوری چھپے ملائکہ کی گفتگو سن کر اپنے سرداروں کو بتاتے ہیں اور رمضان میں انہیں اس لئے جکڑا جاتا ہے کہ انہیں نزول قرآن کے زمانے میں استراقِ سمع (چوری چھپے سننے) سے روکا گیا اور رمضان میں مزید حفاظت کیلئے جکڑ دیا گیا۔

چونکہ رمضان میں شیاطین کو دوسرے دنوں کی مانند اہل ایمان کے اغوا کرنے اور فتنہ میں ڈالنے کے مواقع کم سے کم رہ جاتے ہیں۔

شیاطین کو اس لئے بھی جکڑ دیا جاتا ہے تا کہ مکلّف انسانوں کے عذر کو رفع کر دیا جائے دوسروں لفظوں میں انسان کو اس بات کی تنبیہ کی جاتی ہے کہ اب شیاطین کو اغوا سے روک دیا گیا ہے۔ اب ترکِ اطاعت اور گناہ کے کرنے کے لئے تیرے لئے کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ اگر تو اب بھی باز نہ آئے تو یہ تیری کم بختی

اور بدنصیبی ہوگی۔

۷۔ باب الریان صرف روزہ دار کیلئے مخصوص ہے

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن سهل بن سعید، قال: قال رسول الله ﷺ ان فی الجنة بابا یقال له الریان، یدخل منه الصائمون یوم القیامة، لا یدخل منه احد غیرهم۔

(صحیح البخاری، ۱:۲۵۴، کتاب الصوم، باب الریان للصائمین، رقم حدیث: ۱۷۹۷)

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے، جس کا نام ریان ہے۔ روز قیامت اس میں روزہ دار داخل ہوں گے، ان کے علاوہ کوئی دوسرا اس میں سے داخل نہیں ہوگا۔

جنت میں انسانوں کے اعمال کے اعتبار سے کئی دروازے ہیں۔ پس جو شخص دنیا میں کوئی عمل کرے گا وہ جنت میں اس عمل کے دروازے داخل ہوگا۔

ریان کی وجہ تسمیہ کے بارے میں محدث ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یا تو وہ بنفسہ ریان ہے، کیونکہ اس کی طرف کثیر نہریں جاری ہیں۔ اس کے قریب تازہ اور سرسبز و شاداب پھل پھول بکثرت ہیں۔ قیامت کے دن اس کے ذریعے سے لوگوں کی پیاس زائل ہوگی اور ترو تازگی و نظامت ہمیشہ رہے گی۔ اس لئے صرف رمضان کے روزے رکھنے والا ہی نہیں بلکہ کثریت سے نفلی روزے رکھے والا بھی اس کا مستحق ہوگا۔

باب سوم

روزے کی حکمتیں

پہلی حکمت (تقویٰ کا حصول)

پہلی حکمت کا ذکر شروع میں درج کردہ آیہ کریمہ میں کیا گیا ہے کہ اہل ایمان پر اُممِ سابقہ کی طرح روزے اس لئے فرض کئے گئے کہ وہ متقی اور پرہیزگار بن جائیں۔ گویا روزے کا مقصدِ عظمیٰ انسانی سیرت کے اندر تقویٰ کا جوہر پیدا کر کے اس کے قلب و باطن کو روحانیت و نورانیت سے جلا دینا ہے۔ روزے سے حاصل کردہ تقویٰ کو بطریق احسن بروئے کار لایا جائے تو انسان کی باطنی کائنات میں ایسا ہمہ گیر انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے' جس سے اس کی زندگی کے شب و روز یکسر بدل کر رہ جائیں۔

تقویٰ بادی النظر میں انسان کو حرام چیزوں سے اجتناب کی تعلیم دیتا ہے، لیکن اگر بنظر غائر قرآن و سنت کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ روزے کی بدولت حاصل شدہ تقویٰ حرام چیزوں سے تو درکنار ان حلال و طیب چیزوں کے قریب بھی بحالتِ روزہ پھٹکنے نہیں دیتا' جن سے متمتع ہونا عام زندگی میں بالکل جائز ہے۔ ہر سال ایک ماہ کے اس ضبط نفس کی لازمی تربیتی مشق (Refresher Course) کا اہتمام، اس مقصد کے حصول کے لئے ہے کہ انسان کے قلب و باطن میں سال کے باقی گیارہ مہینوں میں حرام وحلال کا فرق و امتیاز روا رکھنے کا جذبہ اس درجہ فروغ پا جائے کہ اس کی باقی زندگی ان خطوط پر استوار ہو جائے کہ ہر معاملے میں حکمِ خداوندی کے آگے سرِتسلیم خم کرتے ہوئے وہ حرام چیزوں کے شائبے سے بھی بچ جائے۔

اگر تقویٰ کا مفہوم اچھی طرح سمجھ میں آ جائے تو انسان کی زندگی سراسر خوف و خشیت الٰہی سے عبارت ہو جائے گی لیکن مقام افسوس ہے کہ ہم میں سے اکثر و بیشتر روزے کے ثمرات سے محض اس لئے محروم رہتے ہیں کہ ہمارا شعار روزے کے تقاضوں کو پس پشت ڈال دینا بن گیا ہے اور آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق ہمارے ہاتھ سوائے بھوک و پیاس کی مشقت کے کچھ نہیں آتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

کم من صائم لیس له من صیامه الا الظماء و کم من قائم لیس له من قیامه الا السهر

کتنے ہی روزے دار ایسے ہیں کہ جن کو روزوں سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا، اور کتنے ہی قیام کرنے والے ایسے ہیں جن کو اپنے قیام سے سوائے جاگنے کے کچھ نہیں ملتا۔

۱۔ (مسند احمد بن حنبل، ۲: ۴۴۱)
۲۔ (سنن الدارمی، ۲: ۳۰۱)
۳۔ (مشکوۃ المصابیح، ۱۷۷، کتاب الصوم، باب تنزیه الصوم، الفصل الثانی، رقم حدیث: ۲۰۱۴)

دوسری حکمت (تربیت صبر و شکر)

تقویٰ کی ایک کیفیت صبر کی آئینہ دار ہے، جس کا تقاضا ہے کہ انسان کسی نعمت سے محرومی پر اپنی زبان کو شکوہ اور آہ و بکا سے آلودہ کئے بغیر خاموشی سے برداشت کرے۔ روزہ انسان کو تقویٰ کے اس مقامِ صبر سے بھی بلند تر مقامِ شکر پر فائز دیکھنے کا متمنی ہے۔ وہ اس کے اندر یہ جوہر پیدا کرنا چاہتا ہے کہ نعمت کے چھن جانے پر اور ہر قسم کی مصیبت، ابتلا اور آزمائش کا سامنا کرتے وقت اس کی طبیعت میں ملال

اور پیشانی پر شکن کے آثار پیدا نہ ہونے پائیں، بلکہ وہ ہر تنگی و ترشی کا بہرحال خندہ پیشانی سے مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اپنے پروردگار کا شکر ادا کرتا رہے۔

اس ضمن میں دو صاحب حال بزرگوں کے واقعہ کا تذکرہ خالی از فائدہ نہ ہو گا۔ طویل جدائی کے بعد جب وہ ملے اور ایک دوسرے کا حال پوچھا تو ایک نے کہا کہ اپنا حال تو یہ ہے کہ جب خدا تعالی کسی نعمت سے نوازتا ہے تو اس کا شکر ادا کرتے ہیں، وگرنہ صبر سے کام لیتے ہیں۔ دوسرے بزرگ نے کہا، یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ ہمارے شہر کے کتوں کا بھی یہی حال ہے۔ وہ مالک کے در پر پڑے رہتے ہیں، اگر کچھ مل جائے تو دُم ہلا کر اس کے آگے پیچھے جاتے ہیں اور اگر کچھ نہ بھی ملے تو اسے چھوڑ کر کسی اور در پر نہیں جاتے۔ پھر فرمایا کہ اپنا حال یہ ہے کہ جب مولا سے کچھ ملتا ہے تو اس کے بندوں میں بانٹ دیتے ہیں اور کچھ نہ ملے تو ہر حال میں اس کا شکر ادا کرتے رہتے ہیں۔

روزہ چونکہ کھانے پینے اور نفسانی شہوات سے اپنے آپ کو روکنے کا نام ہے۔ روزہ کی حالت میں انسان اللہ تعالی کی نعمتوں کو اپنے اوپر روک لیتا ہے۔ جب آدمی ایک خاص مدت تک نعمتوں سے دور رہے تو پھر اس کی قدر کا پتا چلتا ہے۔ بالعموم نعمت کی اہمیت اور قدر کا احساس نہیں ہوتا۔ اس کی قدر تب ہوتی ہے، جب وہ مفقود ہو جائے۔ پس یہ نعمت کی پہچان اور اس کی قدر کا جاننا اس کے حق کی ادائیگی کو واجب کر دیتا ہے۔ اور حق کی ادائیگی شکر سے ہوتی ہے۔ جو عقلاً اور شرعاً فرض ہے۔ اسی ئے اللہ تعالی نے آیاتِ صوم میں لعلکم تشکروں کے ذریعے تشکر کی ضرورت و اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

تیسری حکمت (جذبہ ایثار)

بحالتِ روزہ انسان بھوک اور پیاس کے کرب سے گزرتا ہے تو لامحالہ اس

کے دل میں ایثار، بے نفسی اور قربانی کا جذبہ تقویت پکڑتا ہے اور وہ عملاً اس کیفیت سے گزر کر جس کا سامنا انسانی معاشرہ کے مفلوک الحال اور نانِ شبینہ سے محروم لوگ کرتے ہیں، کرب و تکلیف کے احساس سے آ گاہ ہو جاتا ہے۔ فی الحقیقت روزے کے ذریعے اللہ رب العزت اپنے آسودہ حال بندوں کو ان شکستہ اور بے سروسامان لوگوں کی زبوں حالی سے کماحقہ آ گاہ کرنا چاہتے ہیں، جو اپنے تن و جان کا رشتہ بمشکل برقرار رکھے ہوئے ہیں، تاکہ ان کے دل میں دکھی اور مضطرب انسانیت کی خدمت کا جذبہ فروغ پائے اور ایک ایسا اسلامی معاشرہ وجود میں آ سکے، جس کی اساس باہمی محبت و مروت، انسان دوستی اور دردمندی و غمخواری کی لافانی قدروں پر ہو۔ اس احساس کا بیدار ہو جانا روزے کی روح کا لازمی تقاضا ہے اور اس کا فقدان اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ روزے میں روح نام کی کوئی چیز باقی نہیں بقول علامہ اقبالؒ :

روح چوں رفت از صلوٰۃ و از صیام
فرد ناہموار، ملت بے امام

چوتھی حکمت (تزکیہ نفس)

روزہ انسان کے نفس اور قلب و باطن کو ہر قسم کی آلودگی اور کثافت سے پاک و صاف کر دیتا ہے۔ انسانی جسم مادے سے مرکب ہے، جسے اپنی بقا کے لئے غذا اور دیگر مادی لوازمات فراہم کرنا پڑتے ہیں، جبکہ روح ایک لطیف چیز ہے، جس کی بالیدگی اور نشوونما مادی ضروریات اور دنیاوی لذات ترک کر دینے میں مضمر ہے۔ جسم اور روح کے تقاضے ایک دوسرے کے متضاد اور نقیض ہیں۔ روزہ جسم کو اپنا پابند اور منقاد بنا کر مادی قوتوں کو لگام دیتا ہے، جس سے روح لطیف تر اور قوی تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ جوں جوں روزے کی بدولت بندہ خواہشاتِ نفسانی کے چنگل سے رستگاری

حاصل کرتا ہے، اس کی روح غالب وتوانا اور جسم مغلوب ونحیف ہو جاتا ہے۔ روح اور جسم کا تعلق پرندے اور قفس کا سا ہے، جیسے ہی قفسِ جسم کا کوئی گوشہ وا ہوتا ہے، روح کا پرندہ مائل بہ پرواز ہوکر، موقع پاتے ہی جسم کی بندشوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔

مسلسل روزے کے عمل اور مجاہدے سے تزکیۂ نفس کا عمل تیز تر ہونے لگتا ہے، جس کی وجہ سے روح کثافتوں سے پاک ہوکر پہلے سے کہیں لطیف تر اور قوی تر ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض کاملین و عرفاء کی روحانی طاقت کائنات کی بیکرانیوں اور پہنائیوں پر حاوی ہو جاتی ہے۔

حضرت غوث اعظمؒ کی روحانی طاقت

روح کی جولانیوں کے ذیل میں حضرت غوث الاعظمؒ کا یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ انہیں فرداً فرداً چالیس کے لگ بھگ مریدوں نے اپنے ہاں افطاری کی دعوت دی، جو حضرت نے ازراہِ بندہ نوازی قبول فرما لی۔ اگلے دن ہر مرید نے حضرتؒ کی تشریف آوری کا ماجرا کمالِ اشتیاق سے بیان کیا تو ان کے درمیان باہمی تکرار ہونے لگا۔ ہر ایک یہ کہتا تھا کہ کل شیخؒ نے ہمارے ہاں افطاری کی ہے۔ ان میں یہ جھگڑا ہو رہا تھا کہ حضرت کے صاحب زادے کا وہاں سے گزر ہوا۔ وہ انہیں دیکھ کر کہنے لگے کہ کس لئے تکرار کرتے ہو۔ حضرت نے تو کل اپنے گھر میں روزہ افطار کیا تھا۔

یہ سب کچھ روحانی تصرفات کا اعجاز تھا، جو اللہ کے بندوں کو تزکیہ نفس کے ذریعے نصیب ہوتے ہیں۔

آنحضورﷺ کے روحانی تربیت یافتگان میں زہد و ورع اور تقویٰ کی بنا پر اصحابِ صفہ کو امتیازی مقام حاصل ہے۔ ان کی زندگیوں پر فقر مصطفویﷺ کی

نمایاں چھاپ تھی، جو فقر اضطراری نہیں بلکہ فقر اختیاری تھا۔ روزے سے فقر و فاقہ کی جو شان استغناء جنم لیتی ہے، وہ تونگری سے کہیں اعلیٰ مقام و رفعت کی حامل ہے۔ شیخ سعدیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے:

اندروں از طعام خالی دار
تا درآں نور معرفت بینی

ترجمہ: اپنے آپ کو خالی رکھ تا کہ تیرے اندر معرفت کا نور آئے۔

الغرض نفس امارہ انسان کو برائی پر اکساتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ۔ بے شک نفس تو برائی کا بہت ہی حکم دینے والا ہے۔ (یوسف، ۱۲:۵۳)

نفس امارہ کو قابو میں رکھنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ بعض اوقات اپنے نفس کو جائز اور حلال خواہشوں سے بھی روکیں، تا کہ ناجائز اور حرام کی طرف میلان کی جرأت و ہمت ہی نہ کر سکے۔ اس کا اثر یہ ہوگا کہ اس تربیت سے اس کی عادت بھی بدل جائے گی اور بری باتوں کی طرف اس کا دھیان ہی نہیں جائے گا۔

پس جب اس تربیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں رمضان المبارک کا مہینہ عطا کیا ہے، جس میں انسان دن کے وقت حلال چیزیں کھاتے، پیتے اور جماع سے باز رہتا ہے۔ تو پھر وہ حرام جو کہ ہر حالت میں حرام ہے تو اس دوران پھر اسکی طرف رغبت اور میلان کس طرح ممکن ہے۔

اگر انسان ایک طرف زہر کے اثر کو مٹانے کے لئے دعا بھی کرے تو دوسری طرف زہر کا استعمال بھی کرے تو ایسی صورت میں دوا کا اثر کس طرح ممکن ہے؟ اس لئے روزہ کا مقصود تبھی حاصل ہوتا ہے، جب انسان اپنے نفس کو پاک اور منزہ کرے۔

پانچویں حکمت (رضائے خداوندی کا حصول)

روزے کا منتہائے مقصود یہی ہے کہ وہ بندے کو وہ تمام روحانی مدارج طے کرانے کے بعد مقام رضا پر فائز دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ مقام رضا کیا ہے؟ جو روزے کے توسط سے انسان کو نصیب ہو جاتا ہے اس پر غور کریں تو اس کی اہمیت کا احساس اجاگر ہوتا ہے رب کا اپنے بندے سے راضی ہو جانا اتنی بڑی بات ہے کہ اس کے مقابلے میں باقی سب نعمتیں ہیچ دکھائی دیتی ہیں۔ روزہ وہ منفرد عمل ہے جس کے اجر و جزا کا معاملہ رب اور بندے کے درمیان چھوڑ دیا گیا کہ اس کی رضا حد و حساب کے تعین سے ماوراء ہے۔

رضائے خداوندی کی پہچان اور علامت

رب تعالیٰ اپنے بندے سے کب اور کیسے راضی ہوتا ہے اور اس بات کی کیا علامت ہے کہ رب اپنے بندے سے فی الواقعہ راضی ہو گیا ہے۔ اس بارے میں ایک بزرگ نے اپنے مرید سے پوچھا تمہیں کس طرح پتا چلے گا کہ رب تم سے راضی ہوگیا ہے۔ اس نے نہایت ادب سے جواب دیا:

إذا وجدتُ قلبي راضياً عن الله تعالیٰ علمتُ أنه راضٍ عني۔

(الرسالۃ القشیریۃ: ۱۹۴)

جب میں نے اپنے دل کو اپنے رب کے ساتھ راضی پایا تو میں سمجھ گیا کہ اللہ مجھ سے راضی ہے۔

گویا خدا کی رضا کی کسوٹی اور پہچان یہ ہوئی کہ بندہ اپنے معاملات کی طرف نگاہ ڈالے اور اپنے دل سے سوال کرے کہ کیا وہ اپنے رب سے راضی ہے۔ اس طرح خدا اور بندے کی رضا باہم مربوط اور لازم و ملزوم ہے۔ اس دوگونہ تعلق میں تاہم یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ رب کی رضا اپنے بندے کے معاملے میں

بہرحال مقدم ہے اور جب تک وہ راضی نہ ہو گا، بندے کا رب کی رضا کے بارے میں مطمئن ہونا ممکن نہیں ہے اور بندے کی رضا اپنے رب سے لامحالہ موخر ہو گی۔ قرآن حکیم نے اس تصور کو راضیة مرضیه کے بلیغ الفاظ سے اجاگر کیا ہے۔

یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ جب تک خدا کی ذات بندے کی تلاش و جستجو اور طلب کا محور تھی، اس بندے کی حیثیت محبّ اور طالب کی تھی، لیکن جب وہ خود ذاتِ خداوندی کا محبوب و مطلوب بن گیا تو اسے خدا کے مرتضٰی (پسندیدہ) ہونے کا مقام نصیب ہو گیا، جس کی بنا پر وہ نہ صرف خدا بلکہ کائنات کا مدعا اور مقصود بن گیا۔ اس مقام پر خدا کی رضا قدم بہ قدم بندے کے شاملِ حال ہو گئی اور اسے زبان سے کچھ کہنے کی حاجت نہ رہی۔

باب چہارم

جسم اور روح کی حقیقت

جسم اور روح کے بارے میں سائنس کا نقطہ نظر

جسم اور روح کے باہمی ارتباط کی توجیہہ جدید سائنسی نقطہ نظر سے کی جائے تو ہم سائنس کی اصطلاح میں جسم کو مادہ (Matter) اور روح کو توانائی (Energy) کا نام دے سکتے ہیں۔ مادہ اپنی تین حالتوں یعنی ٹھوس، مائع اور گیس پر مشتمل ہوتا ہے اور کثیف ہونے کے باوجود جب وہ ٹھوس سے مائع اور مائع سے گیس میں بدلتا ہے تو اس کی کثافت (Density) بتدریج گھٹنے لگتی ہے اور اس کی ماہیت میں لطافت پیدا ہو جاتی ہے۔ مادے کی ایک بنیادی خاصیت یہ ہے کہ وہ جگہ گھیرتا ہے، اس کی مثال یوں ہے کہ برتن میں پانی مادے کی مائع حالت میں موجود ہے۔ برتن میں موجود پانی کو گرم کریں تو وہ حرارت سے بھاپ میں تبدیل ہو کر گیس کی شکل اختیار کرے گا اور پورے کمرے کی فضا میں پھیل جائے گا، جبکہ برتن میں وہ ایک محدود جگہ میں مقید تھا۔ پانی جب گرم ہو کر بھاپ یا گیس کی ہیت اختیار کر گیا تو وہ اپنی کثیف حالت سے لطیف حالت میں منتقل ہو گیا اور وہ اپنی اس حالت میں خالی جگہ میں پھیلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کے برعکس عام اصول کے مطابق جب کوئی شے مائع سے ٹھوس حالت میں منتقل ہوتی ہے۔ تو اس کی کثافت میں نسبتاً اضافہ ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ گھیرنے کی استعداد نسبتاً کم ہو جاتی ہے۔ یہ عام سائنسی مشاہدہ اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ مادہ جس قدر کثیف ہو گا، وہ اتنا ہی محدود جگہ میں محصور ہو گا اور وہ جوں جوں لطیف ہوتا جائے گا، توں توں اس کا پھیلاؤ

اور حصار بڑھتا چلا جائے گا۔ مادے کی ان تینوں مختلف حالتوں کے فرق سے اس کی کثافت و لطافت کے فرق کا اندازہ ہوگیا۔ مادے اور توانائی کے فرق کو ایک مثال کے ذریعے سے سمجھ سکتے ہیں۔

فرض کریں کہ آپ کے منہ میں پانی موجود ہے، جسے آپ کلی کی صورت میں باہر نکالیں گے تو اس کا فاصلہ اور پھیلاؤ محدود ہوگا' کیونکہ پانی مادہ ہونے کی بنا پر نسبتاً محدود جگہ میں محصور رہ سکتا ہے۔ اس کے برعکس آپ کے منہ سے نکلنے والی آواز جو کہ توانائی کی ایک شکل ہے' دور تک جا رہی ہے اور اگر آپ لاؤڈ سپیکر استعمال کر رہے ہوں تو اس آلے کی مدد سے اس کے دائرہ اثر (Range) میں اور بھی اضافہ ہوگا۔ جسم اور روح کا تعلق اس سے گہری مماثلت رکھتا ہے' جسم مادی اور کثیف ہے' جبکہ روح غیر مادی لطیف وجود سے متشکل ہے اور وہ توانائی کی ناقابلِ بیان لطیف صورت ہے۔ اس پر مستزاد توانائی کی مختلف صورتیں' مثال کے طور پر آواز کے مقابلے میں روشنی بہت زیادہ طاقتور اور تیز رفتار ہے۔ وہ ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کی مسافت طے کر لیتی ہے، جبکہ آواز کی رفتار مختلف اور محدود ہے، وہ صرف گیارہ سو پچاس فٹ فی سیکنڈ کی رفتار رکھتی ہے۔ رات کی تاریکی میں بجلی کا ایک قمقمہ روشن ہوتے ہی آن واحد میں پورے کمرے کو روشن کر دیتا ہے۔ آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس کی روشنی لامتناہی مسافتیں طے کر کے مختصر وقت میں کرۂ ارض کے وسیع و بسیط خطے کو اپنے حصار میں لے لیتی ہے۔ اس کے تقابل میں آواز باوجود محیر العقول سائنسی ایجادات و اکتشافات کے ایک حد سے آگے نہیں جا سکتی۔ ان مظاہر سے بدرجہا بڑھ کر روح توانائی کی وہ مافوق الادراک ما بعد الطبیعاتی صورت ہے، جس کے لئے قُرب و بُعد اور زمان و مکان کی حدود و قیود کی حقیقت کوئی معنی نہیں رکھتی۔

جسم اور روح کی بحث کا ما حاصل

اس ساری گفتگو کا ماحاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ مادی جسم اپنی خلقت کے اعتبار سے پابند اور محدود ہے، جبکہ روح ایک فوق الادراک ما بعد الطبیعاتی حقیقت ہے، جس تک عقل رسائی حاصل نہیں کر سکتی۔ انسانی شخصیت کی تعمیر میں روح کا کردار فیصلہ کن اہمیت کا حامل ہے، جب تک جسم پر بشریت کے اوصاف غالب رہیں، روح کمزور، مضمحل اور دبی دبی رہتی ہے اور نتیجتاً انسانی شخصیت میں بہیمیت اور حیوانیت کا عنصر غالب رہتا ہے، جس کے باعث وہ اعلیٰ اقدار کے جوہر سے محروم رہتی ہے، لیکن جیسے ہی جسم پر بشریت کی گرفت ڈھیلی پڑتی ہے، روح تقویت پا کر غالب اور مستحکم ہونے لگتی ہے اور انجام کار اس کی ملکوتی صفات جسمِ انسانی پر حاوی ہو جاتی ہیں، جس کے زیر اثر ایسے اوصاف کی حامل شخصیت سے وہ افعال صادر ہونے لگتے ہیں، جو روح کے تصرفات و کمالات کا آئینہ دار ہوتے ہیں۔

روح کیا ہے؟

صحابہ کرامؓ جب روح کی حقیقت و ماہیت کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ سے سوال پوچھنے لگے تو قرآن نے ان کے استفسار کا جواب بڑے جامع اور مانع انداز سے دیا۔ ارشاد ربانی ہے:

وَ يَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔ (بنی اسرائیل، ۱۷:۸۵)	اور یہ (کفار) آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے روح میرے رب کے امر سے ہے۔

خدا تعالیٰ نے روح کو امر ربی کہہ کر انسان کو متنبہ کر دیا کہ وہ اس معاملے

کو زیادہ نہ کریدے کہ اس سے زیادہ اس کے حیطۂ اِدراک وفہم میں نہیں آ سکتا۔ لہٰذا اس کی شایانِ شان یہی ہے کہ روح کی ماورائی حقیقت کو فقط اپنے رب کا امر (حکم) سمجھنے پر اکتفا کرے ورنہ وہ اپنی ناقص اور محدود عقل کے بل بوتے پر ایسی بھول بھلیوں میں پڑ جائے گا، جس سے نکلنا اس کے لئے ممکن نہ ہو گا۔

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا

تزکیہ نفس کے توسط سے انسان اپنی بشریت کی گرفت اور تسلط سے آزاد ہو کر مولائی صفات کا حامل ہو جاتا ہے اور اس کی روحانی طاقت اِرتقاء کے مراحل طے کرنے کے بعد اس مقام تک پہنچ جاتی ہے کہ فرشتے کو بھی اس کے آگے دم مارنے کی مجال نہیں رہتی۔ اللہ کا بندہ جب روحانی مدارج کی بلندیوں کو پہنچتا ہے تو عالمِ ناسوت سے آگے عالمِ ملکوت بھی اس کے زیرنگیں آ جاتا ہے۔

بندۂ مولا کی صفات کے روحانی کمالات

اشرف المخلوقات ہونے کا تاج انسان کے زیبِ سر اس لئے کیا گیا کہ اس کے اندر اللہ رب العزت نے یہ صلاحیتیں ودیعت کر رکھی ہیں کہ وہ تزکیہ نفس اور تصفیۂ باطن کے ذریعے وہ روحانی کمالات کی رفعتوں سے ہم کنار ہو جاتا ہے اور پھر اسے وہ قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ جس مثالی شکل میں چاہے مختلف مقامات پر ظاہر ہوسکتا ہے اور اس کے لئے مشرقین ومغربین کا بُعد کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ کوئی بھی ذات خواہ وہ فرشتہ ہو یا انسان، اس کی اصل شکل و ہیئت تو ایک ہی رہتی ہے، لیکن اسے بیک وقت مختلف مقامات پر مختلف شکلوں میں ظاہر ہونے کی جو قدرت حاصل ہو جاتی ہے، اسے تمثیلِ ارواح سے تعبیر کیا جاتا ہے، یعنی یہ صفت جس سے انبیاء اولیاء اور اللہ کے محبوب و مقبول

بندے متصف ہوتے ہیں، روح کے تصرفات کی آئینہ دار ہوتی ہے۔

مقبولانِ حق تزکیہ اور پیہم مجاہدے کی بدولت روحانیت کے اس درجے پر فائز ہو جاتے ہیں کہ وہ نفسانی خواہشات اور دنیاوی حاجات سے بھی بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ اسی سبب سے متعدد اولیاء حق اور عرفائے کاملین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے چالیس برس تک عشاء کی نماز کے وضو سے نمازِ فجر ادا کی اور اپنے پہلوؤں کو بستر سے آشنا نہ کیا۔ بعض کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ عمر بھر صائم الدہر رہے اور کھانے پینے سے بیگانہ اس سلسلے میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں ایک قول نقل کیا جاتا ہے:

اخبرنا الشیخ ابو عبداللّٰہ محمد بن احمد بن منظور الکنانی، قال: سمعت الشیخ العارف أبا عبداللّٰہ محمد بن أبی الفتح الھروی، یقول: خدمت سیدی الشیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانیؓ أربعین سنۃ، فکان فی مدتھا یصلی الصبح بوضؤ العشاء، و کان اذا أحدث جدد فی وقتہ وضوء وصلی رکعتین، و کان

ہمیں الشیخ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن منظور الکنانی نے بتایا، فرماتے ہیں کہ میں نے الشیخ العارف ابوعبداللہ محمد بن ابو الفتح الہروی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کی چالیس سال خدمت کی۔ آپؓ اس مدت میں عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے۔ جب وضو ٹوٹتا تو اسی وقت وضو کی تجدید کرتے اور دو رکعتیں ادا کرتے اور عشاء کی نماز ادا کر کے خلوت کدہ میں

يصلي العشاء، و يدخل خلوته ولا يدخلها احد معه، ولا يخرج منها الاعند طلوع الفجر۔	تشریف لے جاتے۔ آپ کے ہمراہ کوئی بھی داخل نہ ہوتا اور آپ طلوع فجر کے وقت باہر تشریف لاتے۔

(بہجۃ الاسرار: ۸۵)

ان سب خارق العادت افعال کی توجیہہ صرف اسی طرح کی جا سکتی ہے کہ ہر چند انسان کے زندہ رہنے کے لئے حوائج بشریہ لازم ٹھہرائے گئے۔ تاہم زندگی کی بقا کا انحصار روح پر ہے اور جسم کو اپنی حیات پر کلیتاً اختیار حاصل نہیں۔ اگر ایک فربہ اور طاقتور جسم کے اندر نحیف و کمزور روح برقرار رہ سکتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ کمزور و لاغر جسم کے اندر توانا اور قوی روح زندہ نہ رہ سکے۔

جوں جوں کوئی بندۂ تقرب الی اللہ کا مقام حاصل کرتا ہے اور خدا کی محبت اس کے ریشے ریشے میں سما جاتی ہے، اس کی روح کی توانائیاں رفتہ رفتہ سارے جسم پر غالب ہو جاتی ہیں، جس کے پرتو سے شبستان روشن ہو جاتے ہیں اور سب تیرگیاں کافور ہو جاتی ہیں۔ روح کی لطافت جب درجہ کمال کو پہنچتی ہے تو اس کے جسم کی کثافت بھی لطافت میں بدل جاتی ہے۔ اس کی مثال بجلی کے قمقمے کی سی ہے، جس پر شیشے کا شفاف (Transparent) خول ہوتا ہے جب اس کے اندر (Philment) میں برقی رو جاری ہوتی ہے تو اس کی روشنی صرف اندر ہی محدود نہیں رہتی، بلکہ وہ خول سے باہر کمرے کی فضا کو بھی چاروں طرف روشن کر دیتی ہے۔

یہی حال روح کا ہے، جب وہ خدا کی نورانیت سے بہرہ ور ہو کر منور ہوتی ہے تو اس کی تابناکی اسی طرح سب کو فیضیاب کرتی ہے، جس طرح آفتاب کا نور خاکدانِ تیرہ کے ذرے ذرے کو چمکا دیتا ہے۔ روح کی فیض رسانی کا سلسلہ عالم

دنیوی تک ہی محدود نہیں، بلکہ جسم پر موت وارد ہو جانے کے بعد عالم برزخ اور عالم آخرت میں بھی اس کی تجلیاں جاری و ساری رہتی ہیں۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جسم کی قید سے آزاد ہونے کے بعد ایک بندۂ مومن کی روح اپنے اصل مرجع کی طرف لوٹ جاتی ہے، اور اس کی تابانیاں اور توانائیاں بدرجہا اتم بڑھ جاتی ہیں، اس طرح موت سے جو مذاق زندگی کی تجدید کا نام ہے، روح اپنے اصلی مکان اور گھر کی طرف مراجعت کر جاتی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

کون کہتا ہے کہ مومن مر گئے؟
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

جسم کی قید سے رہائی کے بعد روح کا مقام

عالمِ ارواح کو خیر باد کہنے کے بعد روح انسانی جسم میں مقید ہو جاتی ہے اور اس زنداں میں زبانِ حال سے نالہ و فریاد کرتی رہتی ہے کہ جان چھوٹے اور وہ اپنے اصل مقام کی طرف لوٹ جائے۔ اس کی حالت اس اسیر پرندے کی طرح ہوتی ہے، جو پنجرے میں رہائی کے انتظار میں اسیری کی گھڑیاں گن گن کر گزار رہا ہوتا ہے، پھر جب مہلت ختم ہوتی ہے اور ''كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ''[1] کا اٹل قانون لاگو ہو جاتا ہے تو بندۂ مومن کی روح جسم کی قید سے آزاد ہونے کے بعد عالمِ بالا کی طرف پرواز کرنے لگتی ہے، جبکہ اس کا جسم امانت کے طور پر سپردِ خاک کر دیا جاتا ہے اور وہ تاقیامت اسی حالت میں عالم برزخ میں رہتا ہے۔ روح پرواز کر کے عالمِ علیین کی طرف لوٹ جاتی ہے، مگر اس کا تعلق کسی نہ کسی صورت میں جسم کے ساتھ بھی برقرار رہتا ہے۔ اس کی مثال آفتاب جہاں تاب کی طرح ہے جو کروڑوں میل کی مسافت سے پردۂ خاک میں پنہاں پودے کے بیج کو اپنی حرارت

---

[1] آل عمران، ۳:۱۸۵ (ترجمہ: ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔)

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

سے نمو بخشتا ہے اور اس کی قوتِ نامیہ کو جلا بخش کر پودے کو تناور شجر بننے میں مدد دیتا ہے۔ جس طرح سورج کی شعاعیں روئیدگانِ خاک کو نشوونما عطا کرتی ہیں، بعینہ روح اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ قبر میں پڑے ہوئے مومن کے جسم کو تروتازہ رکھتی ہے۔ یہ روح کا کرشمہ ہی ہے کہ انبیاء اور شہداء کے اجسام ان کی قبور میں زندہ ہوتے ہیں۔ انبیاء کرام کا جسم زمین پر حرام کر دیا گیا ہے اور وہ اپنے مزارات میں اپنے جسموں کے ساتھ زندہ اور مشغولِ عبادت رہتے ہیں، جیسا کہ حدیث مبارکہ سے واضح ہے:

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے اجسام کو کھائیں۔

(سنن ابن ماجہ: ۷۷، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا، باب فی فضل الجمعۃ رقم حدیث: ۱۰۸۵)

تزکیہ روح کے لئے روزہ بہترین عمل

روح اور باطن کو ہر قسم کی آلائشوں سے مزکی اور مصفا کرنے کے لئے روزے سے بہتر اور کوئی عمل نہیں۔ یہی سبب تھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو اس عبادت سے اتنا شغف تھا کہ آپ ﷺ اکثر روزے سے رہتے اور صیامِ وصال یعنی پے در پے بغیر افطار کئے روزے رکھتے۔ روایات میں ہے کہ آپ ﷺ کی اتباع میں بعض صحابہ کرامؓ نے بھی صیام وصال رکھنے شروع کئے تو کمزوری سے ان کے چہرے پیلے پڑنے لگے اور ان کی حالت یہ ہوگئی کہ چلتے چلتے گر پڑتے۔ حضور ﷺ کو معاملہ کی

خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے ان سے ایسا کرنے کا سبب دریافت فرمایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم آپ کی اتباع میں ایسا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کون میری مثل ہے؟ میرا حال تو یہ ہے کہ مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے، جیسا کہ احادیث نبوی کے الفاظ سے ظاہر ہے:

ان ابا هريرةؓ، قال: نهى رسول الله ﷺ عن الوصال في الصوم، فقال: له رجل من المسلمين انک تواصل يا رسول الله قال و ايکم مثلي انى ابيت ربي يطعمني و يسقيني

۱۔ (صحیح البخاری، ۱: ۲۶۳، کتاب الصوم، رقم حدیث: ۱۸۶۰۔)

۲۔ (صحیح مسلم، ۱: ۳۵۲، کتاب الصوم، رقم حدیث: ۱۱۰۴۔)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلسل اور پے در پے روزے رکھنے سے منع فرمایا تو ایک مسلمان نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) آپ تو مسلسل روزے رکھتے ہیں۔ آقائے دوجہاں نے ارشاد فرمایا تم میں سے میری مثل کون ہے؟ میں تو رات اس حالت میں گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔

آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعض اعمال خصوصی پیغمبرانہ امتیاز کے حامل ہیں اور وہ امت کے لئے قابل تقلید نہیں ہیں۔ بحیثیت شارع اسلام آپ ﷺ نے امت کو میانہ روی اور اعتدال کی راہ پر چلنے کی تلقین فرمائی۔

اس ساری بحث سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ تزکیہ روح اور تصفیہ باطن کا موثر ترین ذریعہ روزہ ہی ہے، جس سے محبوب حقیقی کا قرب و وصال نصیب ہوتا ہے اور بندہ ان کیفیات و لذات سے آشنا ہوتا ہے، جن کے مقابلے میں دنیا و

مافیہا کی کوئی شے پرکاہ کے برابر نہیں۔

فقر و فاقہ کی بنا پر اصحاب صفہؓ کا مقام

آنحضورﷺ کے روحانی تربیت یافتگان میں ان اصحاب کو امتیازی مقام حاصل ہے، جنہیں ان کے زہد و ورع، تقویٰ و عبادت اور امور دینیہ میں خصوصی شغف کی بنا پر اصحاب صفہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یوں تو آقائے نامدارﷺ کی حیات طیبہ سے اختیاری فقر کا رنگ جھلکتا تھا اور خانہ نبوت میں کئی کئی دن چولہا روشن نہیں ہوتا تھا اور محض کھجوروں اور سادہ پانی پر بسر اوقات ہوتی تھی، لیکن فقر مصطفویﷺ کی نمایاں چھاپ خصوصیات کے ساتھ اصحاب صفہؓ کی زندگیوں پر نظر آتی تھی۔ روایت میں ہے کہ مسلسل فاقوں کی وجہ سے بعض اوقات وہ اتنے لاغر اور کمزور ہو جاتے کہ باہر سے آنے والے اعرابی ان کی ہیئت کذائی دیکھ کر لاعلمی کی بنا پر ان کا تمسخر اڑانے لگتے اور انہیں دیوانہ و فاتر العقل سمجھتے۔ حضورﷺ نے ان بے خبروں سے مخاطب ہو کر خندۂ استہزا کا نشانہ بننے والے فاقہ مست اصحابؓ کی شان میں یوں ارشاد فرمایا:

لو تعلمون ما لکم عند اللّٰہ لأحببتم ان تزدادوا فاقۃ و حاجۃ۔	اگر تمہیں علم ہو جائے کہ اللہ کے ہاں تمہارا کیا مقام ہے تو تم فاقہ و حاجت میں زیادتی پسند کرو۔

(جامع الترمذی، ۲:۵۹، کتاب الزھد، باب معشیت اصحاب النبی، رقم حدیث: ۲۳۶۸)

روزے سے فقر و فاقہ کی جو شان استغناء پیدا ہوتی ہے، وہ تونگری سے کہیں اعلیٰ مقام رکھتی ہے۔

اِضطراری و اِختیاری فقر میں فرق

مردانِ باصفا اور اہل طریقت کو خالی شکم رہنا بڑا اچھا لگتا ہے، لیکن یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ ان کا یہ فقر اِضطراری نہیں بلکہ اِختیاری یعنی خود اختیار کردہ ہوتا ہے۔ شانِ فقر یہ ہے کہ دنیاوی مال و اسباب پر رسائی ہوتے ہوئے اس سے ہاتھ کھینچ لیا جائے اس ضمن میں ابن عساکرؒ نے حضرت امام حسنؓ کے بارے میں ایک روایت بیان کی ہے آپ لکھتے ہیں کہ:

ایک دفعہ حضرت امام حسنؓ کے گھر میں کئی دن سے فقر و فاقہ کی کیفیت تھی۔ آپ کی ایک خادمہ سے یہ حالت دیکھی نہ گئی۔ اس کے پاس سونے کی ایک ڈلی تھی۔ وہ لے کر حضرت امام حسنؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ اسے قبول فرمائیے اور اس سے اہل بیت کی خورد و نوش کی ضرورت کو پورا کیجئے۔ یہ سن کر حضرت امام حسنؓ نے زور سے پاؤں زمین پر مارا تو گھر میں موجود ہر چیز سونے کی دکھائی دینے لگی۔ آپ نے خادمہ سے کہا کہ اگر تو سمجھتی ہے کہ ہمارا فقر و فاقہ اضطراری ہے تو یہ تیری نادانی ہے۔ اگر ہم چاہیں تو دنیا کا مال و متاع ہمارے قدموں میں ڈھیر ہو جائے' لیکن اے بے خبر! دنیا کی ہر چیز ہمارے نزدیک پرکاہ کی اہمیت نہیں رکھتی کہ ہمیں اپنے نانا جان ﷺ کی سنت بہرحال عزیز ہے۔

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تزکیہ نفس صرف فقر اختیاری کے ذریعے ہی ممکن ہے اور اس کے روحانی اثرات بندہ مومن پر انتہائی دور رس ہوتے ہیں۔

باب پنجم

روزہ کی اقسام

(طبقات انسانی کے حوالے سے)

معاشی حیثیت اور سماجی مقام کے اعتبار سے معاشرے میں انسان چار طبقوں میں منقسم ہیں، جن کی ترتیب درج ذیل ہے:

پہلا طبقہ: عام انسانوں کا ہے جسے عرف عام میں عوام الناس کہا جاتا ہے۔

دوسرا طبقہ: عام لوگوں میں ان کا ہے جو خاص مرتبہ اور حیثیت کے مالک ہیں انہیں خواص العام کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

تیسرا طبقہ: ان لوگوں کا ہے جو خاص لوگوں میں امتیازی اور منفرد حیثیت رکھتے ہیں انہیں خواص الخواص سے موسوم کیا جاتا ہے۔

چوتھا طبقہ: یہ طبقہ ان اشخاص پر مشتمل ہے جو خواص میں بھی منتخب اور برگزیدہ ہوتے ہیں انہیں اخص الخواص کا نام دیا جاتا ہے۔

جس طرح معاشرتی سطح پر عام انسانی زندگی میں متذکرہ بالا چار گروہ اور طبقات پائے جاتے ہیں اسی طرح دینی اور روحانی مدارج اور مقامات کے لحاظ سے روزہ بھی اپنی نوعیت میں چار قسموں پر مشتمل ہے، ان کا ذکر فرداً فرداً ذیل میں آ رہا ہے۔

۱- عوام کا روزہ

وہ لوگ جو محض رسماً روزہ رکھتے ہیں اور ان کا روزہ سحری و افطاری تک محدود ہوتا ہے، جبکہ روزے کے آداب و شرائط کا مطلقاً لحاظ نہیں رکھتے۔ چنانچہ اکثر و

بیشتر حسب ارشاد حضور ﷺ سوائے بھوکے پیاسے رہنے کے ان کے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔ وہ لوگ جو روزہ رکھ کر احکام خداوندی کی صریحاً خلاف ورزی کرتے ہیں۔ جھوٹ، غیبت، دھوکہ، فریب دہی اور دیگر افعال قبیحہ کے ارتکاب کو اپنا معمول بنائے رکھتے ہیں، وہ روزے کے فیوض و برکات سے محروم رہتے ہیں اور نتیجہ خیزی کے اعتبار سے ان کا عمل صلوۃ و صیام بے روح ہوتا ہے۔ ایسا روزہ افراد ملت پر مثبت اور نفع بخش اثرات مرتب نہیں کر سکتا۔

۲- خواص العام کا روزہ

یہ ان لوگوں کا روزہ ہے، جو احکام خداوندی کی پاسداری کرتے ہیں اور حتی الوسع کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے اپنا دامن بچائے رکھتے ہیں۔ چنانچہ روزے سے ان کی سیرت و کردار میں تقویٰ کا جوہر پیدا ہو جاتا ہے اور ان کی زندگیاں "**لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ**" کے فرمانِ ایزدی کی عملی تفسیر بن جاتی ہیں۔ تقویٰ کی بدولت ان کے شب و روز انقلاب آشنا ہو جاتے ہیں اور وہ ہر معاملے میں حرام و حلال کی تمیز کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں۔ ایسا روزہ سرکارِ دوجہاں ﷺ کے ارشاد کے مطابق ان کے اور عذاب دوزخ کے درمیان ڈھال بن جاتا ہے۔

حضور ﷺ نے اس شخص کو بدبخت قرار دیا، جس نے ماہ صیام کو پایا لیکن اپنے لئے عذاب دوزخ سے رہائی کا سامان نہ کیا۔ توں تو پورے کا پورا رمضان المبارک فضائل و برکات اور انعامات ونوازشات کا مہینہ ہے، لیکن بالتخصیص اس کے پہلے عشرے کو عشرۂ رحمت، دوسرے عشرے کو عشرۂ مغفرت اور تیسرے عشرے کو نار دوزخ سے رہائی کا عشرہ قرار دیا گیا ہے۔

اس ماہِ مبارک میں رحمتِ خداوندی اپنے بندوں کو بار بار پکارتی ہے، اور

جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر اس جانب متوجہ کرتی ہے کہ وہ اپنے گناہوں، سیاہ کاریوں اور فسق و فجور سے توبہ کر کے اس کی بارگاہِ بے کس پناہ میں جھک جائیں۔ اس کی شانِ کریمی اپنے گناہ گار بندوں کو اپنے دامنِ عفو و رحمت میں ڈھانپنے کے لئے ہر وقت تیار رہتی ہے۔

رمضان المبارک کی یہ ساعتیں اپنے دامن میں برکتوں اور سعادتوں کا اتنا بڑا خزانہ لئے ہوئے ہیں کہ وہ شخص جو ان سے بہرہ یاب نہیں ہوتا، اسے سوائے بدبخت اور حرمانِ نصیب کے اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

۳۔ خواص الخاص کا روزہ

خواص الخاص کا شمار ان لوگوں میں ہے، جن کی زندگیاں نہ صرف تقویٰ کے رنگ میں یکسر رنگی ہوتی ہیں، بلکہ وہ اس پر مستزاد نفس کی ساری خواہشوں کو پامال کر دیتے ہیں۔ یہ عرفائے کاملین اور اولیائے عظام کا روزہ ہے۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ سے کسی نے ان کے روزے کے مقام کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا ''روزہ مجاہدہ ہے۔'' پوچھا گیا کہ مجاہدہ کیا ہے؟ تو فرمانے لگے:

''مجاہدہ ایں است کہ ہر چہ نفس آرزو کند تا بیست سال آں آرزو بدو نہ رساند	مجاہدہ یہ ہے کہ نفس جس چیز کی خواہش کرے اسے بیس سال تک پورا نہ کیا جائے اور پھر اس کی مزید
(تذکرہ حضرت بہاؤ الدین زکریا: ۳۷۔۳۸)	توضیح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

جس مجاہدے کا میں نے ذکر کیا ہے وہ میرے نزدیک سوائے ابتدائی مرحلے کے اور کچھ اہمیت نہیں رکھتا ورنہ مردانِ خدا تو ستر سال تک نفس کو خواب اور آب و طعام کے نزدیک نہیں پھٹکنے دیتے۔

قرآن مجید نے ایسے لوگوں کے اس مقام کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے:

وَ نَهِیَ النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰیO فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰیO	اور اپنے نفس کو (ہر بری) خواہش سے روکا ہوگا تو یقیناً جنت ہی اس کا ٹھکانا ہوگاO
(النازعات، ۷۹:۴۰۔۴۱)	

سیدنا عمرؓ کے زمانے میں ایک صالح ناجوان کا واقعہ امام بیہقیؒ نے یوں نقل فرمایا ہے:

كان شاب على عهد عمر بن الخطابؓ يلازم المسجد والعبادة، معشقته جارية، فاتته فى خلوة، فكلمته، فحدث نفسه بذلك فشهق فغشى عليه، فجاء عم له، فحمله الى بيته، فلما أفاق قال: يا عم انطلق إلى عمر فأقرِئه منى السلام، و قل له ما جزأ من خاف مقام ربه؟ فانطلق عمه فأخبر عمر، وقد شهق الفتى شهقة أخرى، فمات منها فوقف عليه عمر فقال: لک	سیدنا عمرؓ کے زمانے میں ایک صالح نوجوان تھا جو ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ اسے ایک لڑکی سے عشق ہوگیا۔ وہ تنہائی میں اسے ملا اور اس سے گفتگو کی اس پراچانک خوف خدا کی وجہ سے جسم پر کپکپی طار ہونے کی وجہ سے بیہوش ہوگیا۔ اس کا چچا اسے اٹھا کر گھر لے گیا۔ ہوش میں آتے ہی اس نے حضرت عمرؓ کے پاس لیجانے کا تقاضا کیا اور کہا کہ انہیں میرا سلام کہیں اور ان سے پوچھیں کہ جو آدمی رب سے ڈر جاتا ہے اس کی کیا جزا ہے۔ اس کا چچا اسے حضرت عمرؓ کے پاس لے گیا اور انہیں ساری

جنتان، لک جنتان۔

(شعب الایمان، ۱:۴۶۸، رقم حدیث: ۷۳۶)

بات بتائی۔ نوجوان کو دوبارہ کپکپی طاری ہوئی اور اس نے چیخ ماری اور وہ فوت ہوگیا۔ حضرت عمرؓ اس کے پاس کھڑے ہوئے اور دو مرتبہ یہ کہا کہ تیرے لئے دو جنتیں ہیں۔

تفاسیر میں بیان کیا جاتا ہے کہ آیت مبارکہ **ولمن خاف مقام ربه جنتان** کا نزول بھی یہی واقعہ ہے۔

۴۔ اخص الخواص کا روزہ

یہ روزے کی آخری منزل ہے، جو ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جنہیں مقام مشاہدہ پر متمکن کیا گیا ہے۔ مقام مشاہدہ پر اللہ کا خاص بندہ سوائے ذاتِ خداوندی کے ہر شے کو بھول جاتا ہے اور اس کی طلب و آرزو کا محور اللہ کی رضا کے حصول کے علاوہ اور کچھ نہیں رہتا۔

شیخ ابو نجیب سہروردیؒ کے احوال میں منقول ہے کہ وہ حرمِ کعبہ کے اندر ایک دفعہ حالت مراقبہ میں تھے کہ حضرت خضرؑ انہیں ملنے تشریف لائے' لیکن شیخ پر اس قدر یک گونہ و استغراق کا غلبہ تھا کہ حضرت خضرؑ کی طرف ذرہ توجہ نہ کی اور بدستور مشاہدۂ حق میں محو رہے۔ چنانچہ حضرت خضرؑ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد چلے گئے۔ حضرت کے بھتیجے نے جو خود بھی عارف باللہ تھے' شیخ سے مراقبہ کے بعد عرض کیا: چچا جان خواجہ خضرؑ کافی دیر تک آپ کے لئے کھڑے رہے' لیکن آپ نے نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور وہ واپس چلے گئے۔ آپ نے جواب میں فرمایا:

''بداں کہ اگر خضر بازرفت باز خواہد آمد اما آں وقت کہ باحق

بیٹا جان لے کہ اگر خواجہ خضرؑ واپس چلے گئے تو وہ دوبارہ آ جائیں گے، لیکن

’’...مشغول بودم اگر فوت شدے از کجا یافتم و ندامت آں تا قیامت بماندے۔‘‘

(تذکرہ حضرت بہاؤالدین زکریا: ۳۷۔۳۸)

وقت کا وہ لمحہ جس میں مشاہدۂ حق میں مشغول تھا، اگر فوت ہو جاتا تو میں وہ کہاں پاتا اور اس کی ندامت قیامت تک مجھے رہتی۔

حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہ سے منقول ہے:

’’چہل سال است کہ بہشت باآں آراستگی وے برمن عرضہ مے کنند ومن بچشم رغبت بوے نگاہے نمے کنم وسی سال است کہ دل خود راگم کردہ ام و نخواستہ ام کہ بمن بازو ہند‘‘

(تذکرہ حضرت بہاؤالدین زکریا: ۳۷۔۳۸)

چالیس سال سے بہشت کو میرے سامنے پوری آرائش کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے، لیکن میں رغبت سے ایک نظر بھی اس پر نہیں ڈالتا اور تیس سال سے میں اپنا دل کھو چکا ہوں اور نہیں چاہتا کہ دوبارہ مجھے واپس مل جائے۔

یہ مقامات ان لوگوں کے نفوس کے ہیں، جنہیں مجاہدے کی بناء پر مشاہدۂ ذات حق اور دیدار مصطفوی ﷺ کی نعمتوں سے بہرہ ور کیا گیا اور ان کے حصول میں روزے کا کافی عمل دخل ہے۔

باب ششم

رمضان المبارک میں معمولاتِ نبوی ﷺ

رمضان المبارک کے ماہِ سعید میں حضور نبی کریم ﷺ کے معمولاتِ عبادت و ریاضت میں عام دنوں کی نسبت کافی اضافہ ہو جاتا۔ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی خشیت اور محبت اپنے عروج پر ہوتی۔ اسی شوق اور محبت میں آپ ﷺ راتوں کے قیام کو بھی بڑھا دیتے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے انہیں معمولات کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ ہم بھی حضور نبی کریم ﷺ کے اسوۂ پر عمل کر کے اس مہینے کی برکتوں اور سعادتوں کو لوٹ سکیں۔

معمولاتِ مصطفوی ﷺ کا اجمالی جائزہ

اجمالی طور پر حضور اکرم ﷺ کے معمولات رمضان المبارک کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

۱۔ صیامِ رمضان: اس سے مراد ماہ رمضان کے دوران اپنے اوپر روزوں کی پابندی کو لازم ٹھہرا لینا ہے۔

۲۔ قیامِ رمضان: رمضان المبارک کی راتوں میں نمازِ تراویح، تسبیح و تہلیل اور کثرت سے ذکر و فکر میں مشغول رہنا۔

۳۔ ختمِ قرآن: دورانِ ماہ رمضان المبارک مکمل قرآن پاک کی تلاوت کا

معمول۔

۴۔اعتکاف: رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے ایام بہ نیت اعتکاف مسجد میں بیٹھنا۔

۵۔نمازِ تہجد: سال کے بقیہ مہینوں کی نسبت رمضان المبارک میں نماز تہجد کی ادائیگی میں زیادہ انہماک اور ذوق وشوق کا مظاہرہ۔

۶۔صدقہ وخیرات: حضور نبی کریم ﷺ اس مہینے میں عام مہینوں کی نسبت صدقہ و خیرات بھی کثرت سے کیا کرتے تھے۔

ا۔صیامِ رمضان اور معمولاتِ نبوی ﷺ

حضور نبی کریم ﷺ رمضان المبارک سے اتنی زیادہ محبت فرمایا کرتے تھے کہ اس کے پانے کی دعا اکثر کیا کرتے تھے۔ اور رمضان المبارک کا اہتمام ماہ شعبان میں ہی روزوں کی کثرت کے ساتھ ہو جاتا تھا۔

i۔حضور ﷺ کا دعا فرمانا

حضور نبی کریم ﷺ ماہ رجب کے آغاز کے ساتھ ہی یہ دعا اکثر فرمایا کرتے تھے۔

عن انس بن مالک قال: کان رسول اللہ ﷺ اذا دخل رجب قال: اللھم بارک لنافی رجب و شعبان و بلغنا رمضان۔

ا۔المعجم الاوسط، ۴: ۵۵۸، رقم حدیث: ۳۹۵۱

۲۔مسند احمد بن حنبل، ۱: ۲۵۹

حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا جب رجب المرجب کا مہینہ شروع ہوتا تو حضور ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ اے اللہ! ہمارے لئے رجب اور شعبان بابرکت بنا دے اور ہمیں رمضان نصیب فرما۔

ii- رمضان المبارک کا چاند دیکھنے پر خصوصی دعا

حضور نبی کریم ﷺ رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر خصوصی دعا فرمایا کرتے تھے:

کان اذا رای ھلال رمضان قال: ھلال رشد و خیر، ھلال رشد و خیر امنت بالذی خلقک۔	جب حضور نبی کریم ﷺ رمضان المبارک کا چاند دیکھتے تو فرماتے: یہ چاند خیر و برکت کا ہے، یہ چاند خیر و برکت کا ہے۔ میں اس ذات پر ایمان رکھتا ہوں جس نے تجھے پیدا فرمایا۔

۱۔مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۰: ۴۰۰، رقم حدیث: ۹۷۹۸۔

۲۔المعجم الاوسط ۱: ۲۱۲، رقم حدیث: ۳۱۳۔

iii۔ رمضان المبارک کو خوش آمدید کہنا

حضور نبی کریم ﷺ اس مبارک مہینے کا خوش آمدید کہہ کر اس کا استقبال کرتے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے سوالیہ انداز کے ذریعے صحابہ کرام سے رمضان المبارک کے استقبال کے بارے میں پوچھ کر اس مہینے کی برکت کو مزید واضح کیا۔

جب رمضان المبارک ک مہینہ آتا تو حضور ﷺ صحابہ کرام سے دریافت کرتے

ما تستقبلون؟ ماذا یستقبلکم؟ (ثلاث مرات)	تم کس کا استقبال کر رہے ہو اور تمہارا کون استقبال کر رہا ہے۔(یہ الفاظ آپ نے تین دفعہ فرمائے)
(الترغیب والترھیب، ۲: ۱۰۵)	

اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا کوئی وحی اترنے والی ہے یا کسی دشمن سے جنگ ہونے والی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

ان الله يغفر فی اول ليلة من شهر رمضان اهل لكل هذه القبلة۔

تم رمضان کا استقبال کر رہے ہو جس کی پہلی رات تمام اہل قبلہ کو معاف کر دیا جاتا ہے۔

(الترغیب والترهیب، ۲: ۱۰۵)

iv- رمضان اور شعبان میں روزوں کا اتصال

حضور نبی کریم ﷺ ماہ شعبان میں کثرت کے ساتھ روزے رکھ کر ماہ رمضان کی تیاری اور استقبال کیا کرتے تھے۔

عن عائشةؓ قالت: كان أكثر صيامه سوى رمضان فی شعبان۔

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ: حضور نبی کریم ﷺ رمضان کے علاوہ صرف ماہ شعبان میں ہی کثرت کے ساتھ روزے رکھا کرتے تھے۔

۱- (سنن النسائی، ۱: ۳۰۶، کتاب الصیام، رقم حدیث: ۲۱۷۹)
۲- (المعجم الاوسط، ۲: ۳۶۰، رقم حدیث: ۱۷۹۴)
۳- (المعجم الاوسط، ۹: ۱۱۰، رقم حدیث: ۸۲۲۸)
۴- (مجمع الزوائد، ۳: ۱۹۲)

اکثر اوقات حضور نبی کریم ﷺ شعبان کے روزوں کو رمضان المبارک کے ساتھ ملا دیتے تھے۔

عن عائشة وام سلمة قالتا: ما كان النبی ﷺ يصوم شهرا

حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ رمضان کے

سوی رمضان الاشعبان فانہ کان یصلہ برمضان۔

(المعجم الکبیر، ۲۳: ۲۵۶، رقم حدیث: ۵۲۹۔۵۲۷)

علاوہ صرف شعبان میں ہی پورے ماہ کے روزے رکھا کرتے تھا، اس لئے کہ یہ رمضان کے ساتھ متصل ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے حضور نبی کریم ﷺ کے اس عمل کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔

عن ام سلمۃ قالت: ما رایت رسول اللہ ﷺ یصوم شھرین متتابعین الا انہ کان یصل شعبان برمضان۔

۱۔ (سنن النسائی، ۱: ۳۰۵، ۳۰۶، کتاب الصوم، رقم حدیث: ۲۱۷۵)

۲۔ (مسند احمد بن حنبل، ۶: ۳۰۰)

حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ رمضان کے علاوہ صرف شعبان میں ہی پورے ماہ کے روزے رکھا کرتے تھا اس لئے کہ یہ رمضان کے ساتھ متصل ہے۔

۷۔روزے میں سحری و افطاری کا معمول:

رمضان المبارک میں پابندی کے ساتھ سحری و افطاری بے شمار فوائد اور فیوض و برکات کی حامل ہے۔ حضور ﷺ بالالتزام روزے کا آغاز سحری کے کھانے سے فرمایا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن انس، قال قال: رسول اللہ ﷺ تسحروا فان فی السحور برکۃ۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: سحری کھایا کرو، کیونکہ سحری میں برکت ہے۔

(صحیح البخاری، ۱: ۲۵۷، کتاب الصوم، باب برکۃ السحور من غیر ایجاب، رقم حدیث: ۱۸۲۳)

اس ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے اہل کتاب اور مسلمانوں کے روزے کے درمیان فرق کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فصل ما بین صیامنا و صیام اھل الکتٰب اکللة السحر۔

(صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل السحور، رقم حدیث: ۱۰۹۶)

حضرت ابوقیس نے حضرت عمرو بن العاص سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن ابی سعید الخدری قال قال: رسول اللہ ﷺ السحور کلہ برکة فلا تدعوہ۔

(مسند احمد بن حنبل، ۳: ۱۲)

سحری سراپا برکت ہے اسے ترک نہ کیا کرو۔

حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ سحری کرنے والے پر اللہ کی رحمتیں ہوتی ہیں۔

فان اللہ و ملائکتہ یصلون علی المستحرین۔

(مسند احمد بن حنبل، ۳: ۱۲)

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کرنے والوں پر اپنی رحمتیں ناز ل کرتے ہیں۔

روزے میں سحری کو بلاشبہ بہت اہم مقام حاصل ہے۔ روحانی فیوض و برکات سے قطع نظر سحری دن میں روزے کی تقویت کا باعث بنتی ہے۔ حضور ﷺ نے امت کو تلقین فرمائی ہے کہ سحری ضرور کھایا کرو، خواہ وہ پانی کا ایک گھونٹ ہی کیوں نہ ہو۔ آپ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ سحری آخری وقت میں تناول فرمایا کرتے تھے۔ گویا

سحری کا آخری لمحات میں کھانا حضور ﷺ کی سنت ہے۔

برکت سے کیا مراد ہے؟

برکت سے مراد اجر عظیم ہے کیونکہ اس سے ایک تو سنت ادا ہوتی ہے اور دوسرا روزہ کے لئے قوت و طاقت مہیا ہوتی ہے۔

علامہ ابن ہمامؒ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث میں برکت سے مراد دوسرے دن کے روزے کی قوت حاصل کرنا ہے۔

حدیث مبارکہ میں بھی اس فائدے کا ذکر ملتا ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ: استعینوا بطعام السحر علی صیام النھار و بقیلولۃ النھار علی قیام اللیل۔	دن کو قیلولہ کر کے رات کی نماز کے لئے مدد حاصل کرو اور سحری کھا کر دن کے روزے کی قوت حاصل کرو۔

(سنن ابن ماجہ، ۱۲۳، کتاب الصیام، باب ما جاء فی السحو، رقم حدیث: ۱۶۹۳)

برکت سے مراد ثواب و اجر کی زیادتی ہے، کیونکہ سحری کھانا حضور ﷺ کی سنت ہے۔

امام نوویؒ سحری میں برکت کے فوائد کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

و اما البرکۃ التی فیہ فظاھرۃ لانہ یقوی علی الصیام و ینشط لہ و تحصل بسببہ الرغبۃ فی الازدیاء من الصیام۔	سحری میں برکت کی وجوہات ظاہر ہیں جیسا کہ یہ روزے کو تقویت دیتی ہے اور اسے مضبوط کرتی ہے۔ اس کی وجہ سے روزے میں زیادہ کام

و قیل لانه یتضمن الاسقیقاظ' والذکر و الدعاء فی ذالک الوقت الشریف و قت تنزل الرحمة و قبول الدعاء و الاستغفار۔

(شرح نووی')

کرنے کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی تعلق رات کو جاگنے کے ساتھ ہے اور یہ وقت ذکر اور دعا کا ہوتا ہے جس میں اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور دعا اور استغفار کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔

سحری کرنے میں تاخیر اور افطاری کرنے میں جلدی آنحضور ﷺ کا زندگی بھر معمول رہا۔ جس کے راوی حضرت سہل بن سعدؓ ہیں' وہ فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر۔

ا۔(صحیح مسلم' ا: ۳۵۰' کتاب الصیام' باب فضل السحور' رقم حدیث: ۱۰۹۸۔)

۲۔(جامع الترمذی' ا: ۸۸' کتاب الصوم' باب ماجاء فی تعجیل الافطار' رقم حدیث: ۷۰۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کے لوگ بھلائی پر رہیں گے جب تک وہ روزہ جلد افطار کرتے رہیں گے۔

اسی طرح دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا سمع النداء احدکم والاناء علی یدہ فلا یضعه حتی یقضی حاجته منه۔

(سنن ابی داؤد' ا: ۳۲۸' کتاب الصوم' رقم حدیث: ۲۳۵۰)

جب تم میں سے کوئی اذان سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اپنی ضرورت پوری کئے بغیر اسے نہ رکھے۔

حدیث قدسی ہے کہ:

قال اللّٰہ تعالی احب عبادی الی اعجلھم فطراً۔

(جامع الترمذی، ا: ۸۸، کتاب الصوم، باب ما جاء فی تعجیل الافطار، رقم حدیث: ۷۰۰)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندوں میں مجھے پیارے وہ ہیں جو افطار میں جلدی کریں۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اس امت کے لوگوں میں یہ دونوں باتیں (یعنی افطار میں جلدی اور سحری میں تاخیر کرنا) رہیں گی تو اس وقت تک سنت کی پابندی کے باعث اور حدودِ شرع کی نگرانی کی وجہ سے خیریت اور بھلائی پر قائم رہیں گے۔

vi۔سحری میں تاخیر

حضور نبی کریم ﷺ سحری تناول فرمانے میں تاخیر کرتے یعنی طلوع فجر کے قریب سحری کرتے تھے۔

عن ابن عباسؓ قال قال: رسول اللّٰہ ﷺ امرنا ان تعجل افطارنا نوخر سحورنا۔

(السنن الکبریٰ ۴: ۲۳۸)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے روزہ جلدی افطار کرنے اور سحری میں تاخیر کا حکم دیا گیا ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن سھل بن سعدؓ، قال قال رسول اللّٰہ ﷺ: لا تزال امتی

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میری امت

علی سنتی ما لم تنتظر یفطرھا النجوم۔ (مواردالضمان: ۸۹۱)	میری سنت پر اس وقت تک برابر قائم رہے گی، جب تک کہ وہ روزہ افطار کرنے کے لئے ستاروں کا انتظار نہ کرنے لگے گی۔

آپ کا یہ عمل یہودیوں کے برعکس تھا، جن کے ہاں سحری کرنے کا کوئی تصور نہیں تھا اور وہ افطاری کرنے کے معاملے میں آسمان پر ستاروں کے طلوع ہونے کا انتظار کیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ صحابہؓ کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ آفتاب غروب ہوتے ہی افطاری سے فارغ ہو جاتے تھے۔

حضرت ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ سحری کھانے کی برکت کئی طرح سے حاصل ہوتی ہے، مثلاً اتباع سنت، یہود و نصاریٰ کی مخالفت، عبادت پر قوت حاصل کرنا، آمادگی عمل کی زیادتی، بھوک کے باعث جو بدخلقی پیدا ہوتی ہے، اسکی مدافعت سحری میں کئی حقدار و اور محتاجوں کو شریک کر لینا، جو اس وقت میسر آ جاتے ہیں۔

علامہ ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں کہ روزے کا مقصد چونکہ پیٹ اور شرم گاہ کی خواہشات کو توڑنا اور درجہ اعتدال میں لانا ہے۔ لیکن اگر آدمی اتنا کھا جائے کہ جس سے روزے کے مقاصد پورے نہ ہوں، بلکہ ختم ہی ہو کر رہ جائیں۔ اور یہ روزہ کی روح کے خلاف ہے۔ جبکہ عیش پسند لوگ ایسا کرتے ہیں کہ دن بھر کی کسر شام کو اور رات بھر کی کسر سحری کو نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

vii۔ حضور ﷺ کس چیز سے روزہ افطار فرماتے تھے

حضور ﷺ اکثر اوقات کھجوروں سے روزہ افطار فرمایا کرتے تھے۔ اگر وہ میسر نہ ہوتیں تو پانی سے افطار فرما لیتے تھے۔ حضرت سلیمان بن عامرؓ سے روایت

ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا افطر احکم فلیفطر علی تمر فانہ برکة فان لم یجد فلیفطر علی ماءٍ فانہ طھور۔	جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے تو اسے چاہئے کہ کھجور سے کرے کیونکہ اس میں برکت ہے اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے کیونکہ پانی پاک ہوتا ہے۔
(جامع الترمذی' ۱: ۸۳' کتاب الزکوۃ' رقم حدیث: ۶۵۸)	

حضور نبی کریم ﷺ نے کھجور کو بہترین سحری قرار دیا:

عن ابی ھریرةؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: نعم سحور المومن التمر۔	حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی بہترین سحری کھجور ہے۔

۱۔(سنن ابی داؤد' ۱: ۳۲۷' کتاب الصوم' باب من سمی السحور الغداء' رقم حدیث: ۲۳۴۵)

ہمارے ہاں اکثر و بیشتر افطاری کے وقت عجیب مضحکہ خیز صورت نظر آتی ہے۔ یہ ہماری مجلسی زندگی کا خاصہ ہے' جو الا ماشاء اللہ افراتفری' بدنظمی اور ذہنی انتشار کی آئینہ دار ہے۔ اس کی ایک جھلک افطاری کے وقت بھی نظر آتی ہے۔ ادھر مغرب کی اذان بلند ہوئی' اس کے ساتھ ہی ایک ہنگامہ شروع ہو گیا اور افطاری کے لئے بھاگم دوڑ مچ گئی۔ کوئی جلدی سے کھانے کی طرف لپک رہا ہے اور کلی کر کے مسجد کی طرف بھاگ رہا ہے۔ موذن کے اذان سے فارغ ہونے کے فوراً بعد مغرب کی نماز کھڑی ہو گئی۔ اس افراتفری میں افطاری کرنے والوں میں سے کسی کو دوسری اور کسی کو آخری رکعت میں جماعت ملی۔ بدنظمی اور عدم توازن پر مبنی یہ صورت حال

ہماری کج فہمی کی پیداوار ہے، ہم اپنی لاعلمی کی بنا پر نماز مغرب میں غیر ضروری عجلت کو روا گردانتے ہیں، حالانکہ نماز کا وقت اتنا تنگ بھی نہیں، جتنا ہم سمجھ بیٹھے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم دس پندرہ منٹ افطاری کے لئے دیں اور پھر اطمینان اور یکسوئی سے نماز مغرب باجماعت ادا کریں۔ اتنا وقفہ کرنے سے نماز مکروہ نہیں ہوگی۔ فقہی اعتبار سے نماز مغرب کا وقت گرما و سرما کے موسموں کے تفاوت کے پیش نظر سوا گھنٹے سے ڈیڑھ گھنٹے تک رہتا ہے۔ یہ اس کی آخری حد ہے اور اس کے بعد عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے، لہذا مناسب اور احسن بات یہی ہے کہ چند منٹوں کے توقف کے بعد نماز مغرب کی جماعت کا اہتمام کیا جائے، تاکہ سب مسلمان آسانی سے شاملِ جماعت ہوسکیں۔

بھوک کی حالت میں طعام کو نماز پر فوقیت دینا

اسلام ایک سہل العمل دین ہے، جس میں ہر کس و ناکس کے لئے آسانیاں ہی آسانیاں ہیں، لیکن ایک ہم ہیں کہ اپنی کم فہمی اور نادانی کے باعث شریعت کی عطا کردہ سہولتوں سے استفادہ نہیں کرتے اور خواہ مخواہ مشقت اٹھاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے امت کو نماز کے معاملے میں یہاں تک آسانی مرحمت فرما دی کہ اگر ایک طرف بھوک لگی ہو اور کھانے کے لئے دسترخوان بچھ گیا ہو اور دوسری طرف نماز کا وقت آن پہنچا ہو تو ایسی صورت میں کھانا کھانے کو ترجیح دی جائے اور تناول ماحضر کے بعد نماز ادا کی جائے۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ بھوک کی حالت میں نماز میں وہ یکسوئی، انہماک، خشوع و خضوع اور طمانیت قلب نصیب نہیں ہوسکتی، جس کا حصول نماز کے باطنی آداب کا تقاضا ہے۔ ایسی نماز جس میں آپ بھوک کی شدت سے بے قرار ہوں اور دھیان بار بار دسترخوان کی طرف جا رہا ہو، ان کیفیات لذت و سرور سے کب آشنا ہو

سکتی ہے' جو خدا کی بارگاہِ صمدیت میں محویت اور حضوریٔ قلب کا موجب ہیں۔

یہاں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ انسان پر شیطان ہمیشہ پیٹ کے راستے حملہ آور ہوتا ہے۔ وہ حصولِ رزق کی کوششوں میں پریشانی سے فائدہ اٹھا کر اسے حرام کی طرف راغب کر دیتا ہے اور بھوک کے ہتھیار سے اسے شکار کر لیتا ہے۔ گویا رزق حرام کی راہ شیطان کی آماجگاہ ہوتی ہے' لہٰذا فکرِ معاش اور روزگار کی پریشانیوں سے نجات پا کر ہی عبادت کا حقیقی لطف اور کیف و سرور نصیب ہوتا ہے۔

بہترین عمل......عمل مداومت

اسلام اعتدال اور توازن کی راہ پر چلنے کی تلقین کرتا ہے اور وہ معاملات و عبادات میں افراط و تفریط کی روش اختیار کرنے کو بنظر استحسان نہیں دیکھتا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو اسی راہ پر عمل پیرا ہونے کی تعلیم فرمائی ہے۔ روایت میں ہے کہ ایک دفعہ چند صحابہؓ جن میں حضرت عبداللہؓ بن عمرو بھی تھے' صائم الدہر اور قائم الیل رہنے پر متفق ہو گئے۔ آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو حضرت عبداللہ بن عمرو کو طلب فرمایا' جو مکالمہ ہوا وہ انہی صحابی سے مروی حدیث پاک میں ملاحظہ فرمائیے:

قال لی رسول اللّٰہ ﷺ یا عبداللّٰہ ألم أخبر انک تصوم الدھر و تقوم اللیل فقلت بلی یا نبی اللّٰہ ﷺ قال فلا تفعلن نم و قم و صم و افطر فان لجسدک علیک حقاً و ان لعینک علیک حقاً و لضیفک علیک حقاً و ان لزورک علیک حقا لاصام من

رسول اللہ ﷺ نے مجھے طلب کیا اور فرمایا: اے عبداللہ مجھے پتہ چلا ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ (ایسا ہی ہے)۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو (رات کو) قیام بھی کرو اور سوؤ بھی اس لئے کہ تمہارے

صام الدھر، صوم ثلاثة ایام من کل شھر صوم الدھر کله، صم کل شھر ثلاثة ایام۔
(صحیح مسلم، ۱: ۳۶۵، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر، رقم حدیث: ۱۸۲)

بدن کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمانوں کا بھی تم پر حق ہے، جس نے ہمیشہ کا روزہ رکھا اس نے (کوئی) روزہ نہیں رکھا، ہر ماہ کے تین روزے ہمیشہ کے روزوں کا ثواب رکھتے ہیں، اسلئے بہتر ہے کہ تم ہر ماہ میں تین روزے رکھو۔

ایک اور حدیث مبارکہ جسے حضرت ابن قیسؓ نے اپنے والد ماجد سے روایت کیا، اسی مضمون پر دلالت کرتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایامِ بیض یعنی چاند کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں کے روزے رکھنے کی تلقین فرمائی اور فرمایا:

من صام من کل شھرثلاثة ایام فذلک الدھر۔
(جامع الترمذی، ۱: ۳۲۷، کتاب الصوم، رقم حدیث: ۷۶۲)

جس نے ہر ماہ تین روزے رکھے، ایسا ہی ہے، جیسے وہ زندگی بھر روزے رکھنے والا ہو۔

آنحضرت ﷺ کے یہ حکمت آموز ارشادات عبادت میں میانہ روی اور اعتدال کو ملحوظ رکھنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ ان کا لب لباب یہ ہے کہ سب سے بہتر اور افضل عمل وہ ہے، جو خواہ مقدار میں تھوڑا ہی ہو، لیکن اسے پابندی وقت اور محافظت و مداومت کے ساتھ جاری رکھا جا سکے۔

حضورﷺ نے ارشاد فرمایا:

احب الامر الی اللہ مادام علیه صاحبه، و ان قل

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے اچھا عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ وہ قلیل ہو۔

(صحیح مسلم،۱:۳۶۵، کتاب الصیام، باب صیام النبیﷺ فی غیر رمضان، رقم حدیث:۷۸۲)

اسلام دین فطرت ہونے کے ناطے زندگی کے ہر معاملے میں نظم و ضبط (Discipline) پابندی وقت (Punctuality) اور باقاعدگی (Regularity) پر زور دیتا ہے، لیکن ہم نے اپنی کوتاہ نظری سے ان تصورات کو مغرب سے آئی ہوئی چیز سمجھ رکھا ہے، حالانکہ وہ اسلامی تعلیمات کا جزوِ لاینفک ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے دنیاوی اور دینی معاملات کو انہی تصورات کے سانچے میں ڈھالیں اور افراط و تفریط سے نجات حاصل کر کے دنیوی و اخروی کامیابیوں اور کامرانیوں سے بہرہ ور ہوں۔

۲۔ معمول قیامِ رمضان

آنحضرتﷺ کا دوسرا مبارک معمول رمضان کی راتوں میں تواتر و کثرت کے ساتھ کھڑے رہنے اور نماز، تسبیح و تہلیل اور ذکر الٰہی میں محویت سے عبارت ہے۔ نماز کی اجتماعی صورت جو ہمیں تراویح میں دکھائی دیتی ہے، اسی معمول کا حصہ تھی۔ حضورﷺ نے رمضان المبارک میں قیام کرنے کی فضیلت کے باب میں ارشاد فرمایا:

فمن صامه و قامه ایماناً و

جس نے ایمان و احتساب کی نیت سے

احتسابا خرج من ذنوبه کیوم ولدته امه

(سنن نسائی، ۱:۳۰۸، کتاب الصیام، رقم حدیث: ۲۲۰۸)

رمضان کے روزے رکھے اور راتوں کو قیام کیا وہ گناہوں سے اس دن کی طرح پاک ہو جاتا ہے، جس دن وہ بطنِ مادر سے پیدا ہوتے وقت بے گناہ تھا۔

اس ارشاد گرامی کی رو سے روزے کے آداب کی بجا آوری اور اس میں عبادت اور ذکر الٰہی کے لئے کھڑے رہنے سے انسان کے گناہ بارگاہ ایزدی کے عفو و کرم سے اس طرح مٹا دیئے جاتے ہیں، گویا وہ ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ رات کے قیام کے لئے جو محبوب عمل سنت نبوی سے ثابت ہے نماز تراویح ہے جس میں قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے۔

تراویح کی شرعی حیثیت

نماز تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا نصِ حدیث سے ثابت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے نماز تراویح مسجد میں باجماعت اور انفرادی طور پر گھر میں بھی ادا فرمائی۔ اس کا باجماعت ادا کرنا سنت کفایہ کے ذیل میں آتا ہے۔ بصورت دیگر موجودہ نماز تراویح خلفائے راشدین کی سنت بھی ہے، جس نے اجماعِ امت کا درجہ اختیار کر لیا ہے۔

تراویح کا لغوی مفہوم

تراویح کا لفظ ''ترویحہ'' کی جمع ہے جس کا مادہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق راحت ہے۔ اگر تراویح کو راحت و آرام کے معنوں میں لیا جائے تو اس سے مراد وہ نماز ہوگی جسے آرام و اطمینان اور سکون سے ادا کیا جائے۔

لفظ تراویح کے ان لغوی معانی پر غور کر کے اگر ہم آج اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لیں تو ہماری نماز تراویح کی ادائیگی کی صورت کچھ اس طرح نظر آئے گی‘ گویا کوئی دشمن اپنی کمین گاہ سے ہم پر حملہ کرنے کے لئے تیار بیٹھا ہو اور اہم انتہائی عجلت میں نماز تراویح سے فراغت حاصل کر کے اپنے گھروں کے عافیت کدوں کی طرف نیند کے دامن میں سب دوچار ہوتے ہیں۔ ہمارا یہ وطیرہ نماز تراویح کے معنوں سے ہرگز موافقت نہیں رکھتا۔

عربی لغت میں تراویح منتہی الجموع ہے جس سے بڑھ کر کوئی جمع نہیں ہوتی اور اس کا واحد ترویحہ ہے‘ جس سے مراد وہ وقفہ ہے جو چار رکعت ادا کرنے کے بعد تسبیح اور ذکر کے لئے رکھا گیا ہے۔ اس طرح بیس رکعت تراویح میں چار ترویحے ہوتے ہیں۔ اگر بیس رکعت کے بعد وتر کی نماز سے پہلے توقف کیا جائے تو کل پانچ ترویحے بنتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ چار ترویحے نماز کے اندر اور پانچواں ترویحہ وتروں سے پہلے ادا فرمایا کرتے تھے۔ ترویحے خواہ چار ہوں یا پانچ ان کا مقصد یہ ہے کہ روزے دار اس طرح بالاہتمام زیادہ سے زیادہ قیام اور عبادت ذوق و شوق سے کر سکیں اور رمضان المبارک کے فیوض و برکات سے متمتع ہو سکیں۔

رمضان المبارک میں قیام کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ جتنا قیام تنہا اس مہینے کیا جاتا ہے‘ وہ سال کے باقی گیارہ مہینوں میں نہیں ہوتا۔ اسی مناسبت سے اسے قیامِ رمضان سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ منشاء ایزدی اس سے یہ ہے کہ بندہ رمضان المبارک میں راتوں کی زیادہ سے زیادہ ساعتیں اس کے حضور عبادت اور ذکر و فکر میں گزارے اور اس کی رضا کا سامان مہیا کرے‘ لیکن ہمارا عالم یہ ہے کہ ہم مختلف مساجد میں حفاظ کی رفتارِ تلاوت جانچتے ہیں اور اس مسجد میں نماز تراویح ادا

کرتے ہیں، جس میں نماز سے جلد فراغت ہو سکے۔ ہم اس حقیقت سے صرفِ نظر کر لیتے ہیں کہ قیامِ رمضان کا تقاضا ذکر و استغفار کی کثرت اور ذوق وشوق سے عبادت اور یادِ الٰہی میں انہماک و استغراق ہے۔ رمضان المبارک کی رات کی ہر ساعت اتنی فضیلت اور قدر ومنزلت کی حامل ہے کہ ہمارے لئے اس کا اندازہ کرنا محال ہے۔

یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ ہم تراویح کی چار رکعتیں ادا کرنے کے بعد ایک مختصر وقفے کے لئے حالتِ تشہد میں رکتے ہیں اور بسرعت تمام تسبیحہ کے چند کلمات پڑھتے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دو رکعت تراویح کی نیت سے شاملِ نماز ہو جاتے ہیں، جس میں امام نے قرأت کو جہاں سے چھوڑا تھا، شروع کر کے ایک مخصوص ومتعین حصہ قرآن کا ختم کرتا ہے۔ اس سارے عمل میں قیام وسجود کے بعد ہم بمشکل آدھ منٹ تسبیح تراویح کے لئے نکالتے ہیں۔ نماز تراویح کا صحیح اور مناسب طریقہ یہ ہے کہ چار رکعت ادا کرنے کے بعد تراویح میں کم از کم اتنا وقت ضرور تسبیح و ذکر میں گزاریں جتنا وقت چار رکعتوں کی ادائیگی میں صرف ہوا ہے۔ صرف ایک ہی تسبیح کا مخصوص کر لینا ضروری نہیں، بلکہ اگر کسی کو وہ یاد نہ ہو تو وہ کوئی بھی تسبیح و استغفار، درود یا چند قرآنی آیات، جو یاد ہوں پڑھ سکتا ہے اگر کچھ بھی یاد نہ ہو تو محض خاموش بیٹھے رہنا بھی شاملِ عبادت متصور ہو گا۔

رمضان المبارک کی یہ کتنی بڑی فضیلت ہے کہ ترویحہ میں خاموشی سے بیٹھنا بھی عبادت کا درجہ رکھتا ہے، لیکن یہ بات پیش نظر رہے کہ آرام وسکون سے بیٹھنے کے بغیر ترویحے کا عمل اپنی روح کے اعتبار سے نامکمل رہتا ہے۔ البتہ ہماری عجلت پسندی جو تیزی سے اٹھنے بیٹھنے سے عبارت ہے، تراویح کی روح کے منافی ہے۔

مقامِ تاسف ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دینی معاملات وعبادات

میں ہمارا شغف اور جوش و ولولہ مضمحل اور کمزور پڑتا جا رہا ہے۔ ایک وقت تھا کہ لوگ دور دراز سے بڑی جامع مسجد میں جوق در جوق نماز تراویح کے لئے چلے آتے تھے اور ان کا ذوق وشوق دیدنی ہوتا تھا' لیکن آج ہمارے قدم بادلِ نخواستہ مسجد کی طرف اٹھتے ہیں اور ہمارے ذہن میں یہ رجحان غالب ہوتا ہے کہ نماز تراویح سے فارغ ہوتے ہی جلد از جلد اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔ نماز تراویح محض ایک رسم بن کر رہ گئی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنے گریبانوں میں جھانک کر اپنا محاسبہ کریں اور تراویح کے دوران زیادہ سے زیادہ تسبیح' ذکر و استغفار اور حضور ﷺ کی ذات پر درود و سلام بھیجیں اور خشوع و خضوع سے بارگاہ خداوندی میں اپنی گردن جھکا کر صدقِ دل سے گناہوں کی معافی مانگیں۔

۳۔ معمول ختم قرآن ۔ ائمہ و علماء فقہ کی رائے میں

رمضان المبارک کے دوران نماز تراویح میں کم از کم ایک بار قرآن ختم کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم روزانہ کتنی مقدار میں پڑھا جائے؟ اس بارے میں ائمہ و علمائے فقہ کے فتاویٰ موجود ہیں۔ حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک فی رکعت تراویح میں کم از کم دس آیات قرآنی کی تلاوت کی جائے۔ قرآن پاک کی کل آیات تقریباً چھ ہزار ہیں اور ایک ماہ کے دوران ادا کردہ تراویح کی رکعتوں کی تعداد چھ سو بنتی ہے۔ اس حساب سے اگر روزانہ دس سے بارہ آیتیں تلاوت کی جائیں تو بآسانی ماہ رمضان المبارک میں ایک قرآن ختم ہو سکتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ اس سے زیادہ قرآن پاک پڑھنے کے حق میں تھے اور وہ روزانہ بیس سے پچیس آیات تک تلاوت کرنے کے قائل تھے۔ بہرحال اس سے مقصود یہ ہے کہ حفاظ و قراء کرام قرآن کریم کو اتنی مقدار میں نہ پڑھیں کہ ترتیل کے ساتھ تلاوت ممکن نہ رہے۔

قرأت میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ نماز تراویح کی جماعت میں بچے اور بوڑھے بھی شامل ہوتے ہیں۔ اس بناء پر قرأت کو اتنا طول دینا ہرگز مناسب نہیں، جو ان کی برداشت سے باہر ہو جائے۔ صرف اتنی مقدار پر کفایت کی جائے کہ ہر شخص اطمینان وسکون کے ساتھ نماز تراویح کے دوران قرأت کو سن سکے۔

جس طرح حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی کل جہاں کے لئے پیکرِ رحمت ہیں، اس طرح آپ ﷺ کا لایا ہوا دین بھی سراپا رحمت ہے، جس پر عمل کرنا امت کے ہر فرد کے لئے سہل اور آسان ہے۔ لیکن ہم نے اپنی کم نظری اور کوتاہ اندیشی کی بنا پر اعتدال کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے اور کم وبیش ہر معاملے میں افراط وتفریط کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں۔ رمضان المبارک میں ہمارے اندر عرصہ سے ایک غلط رجحان جڑ پکڑ رہا ہے کہ ہم بزعمِ خویش زیادہ سے زیادہ اجر وثواب کمانے کی غرض سے تراویح میں ایک سے زیادہ بار قرآن ختم کرنے کے رواج کو فروغ دے رہے ہیں، جس کی وجہ سے طویل قرأت کے بوجھ کے کچھ مقتدی متحمل نہیں ہوتے اور نتیجتاً عبادت میں ذوق وشوق پیدا ہونے کی بجائے لوگوں میں قرآن حکیم سے بے رغبتی بڑھنے لگی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زیادہ سے زیادہ قرأت کا سماعت کرنا باعثِ اجر وثواب ہے، لیکن اس شوق کو پورا کرنے کے لئے بجائے تراویح کے خواہشمند حضرات کے لئے نوافل کی نماز کا اہتمام علیحدہ کیا جائے اور نماز تراویح میں صرف ایک بار قرآن سنایا جائے اور اس کی مقدار اتنی ہو کہ ہر شخص بغیر کسی دشواری کے نماز تراویح میں بطیبِ خاطر شریک ہو سکے۔

رمضان وقرآن میں گہرا باہمی ربط وتعلق پایا جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ۔ رمضان کا مہینہ (وہ ہے) جس میں قرآن اتارا گیا ہے۔

(البقرۃ، ۲:۱۸۵)

آنحضورﷺ کا دورانِ رمضان المبارک ایک بار ختمِ قرآن کا معمول تھا اور آپﷺ نے امت کو بھی اسی اعتدال پر چلنے کی تعلیم و تلقین فرمائی ہے۔ اسلام سادہ اور فطرت سے ہم آہنگ دین ہے اور تعلیماتِ مصطفویﷺ میں بھی اسی فطری سادگی کی جھلک نظر آتی ہے۔ آپﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے دین میں تنگی پیدا نہ کرو۔ اسی لئے ہر امتی کی سہولت کے پیش نظر آپﷺ ماہ صیام میں ایک بار قرآن پاک ختم کرنے کے معمول پر زندگی بھر کاربند رہے، ورنہ اگر آپﷺ چاہتے تو رمضان المبارک میں ہزارہا قرآن ختم کر سکتے تھے۔ آپﷺ کے غلاموں کی یہ شان ہے کہ ملا علی قاریؒ مرقات المفاتیح میں رقمطراز ہیں۔

ان علیا کرم اللّٰہ وجھه کان یبتدئی القرآن من ابتداء قصدر کوبه مع تحقق المبانی و تفھم المعانی و یختمه حین و ضع قدمه فی رکابه الثانی۔

(مرقاۃ المفاتیح، ۵:۳۴۴)

''حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی شانِ تلاوت یہ تھی کہ وہ گھوڑے کی ایک رکاب پر پاؤں رکھتے ہوئے تلاوت شروع کرتے تو دوسری رکاب تک پورا قران والناس تک ختم کر ڈالتے۔''

جس کے غلام کی یہ شان ہو اس آقا کی قدرت کی وسعت کا کیا عالم ہوگا لیکن ہمارے آقا و مولاﷺ کو اپنے کمزور امتیوں کا خیال تھا، جنہیں پریشانی اور تکلیف میں دیکھنا آپﷺ کو ہرگز گوارا نہ تھا۔

رمضان المبارک اور رسمِ شبینہ

رمضان المبارک میں نماز تراویح کے دوران ایک سے زیادہ بار ختم کرنا سنت نبویﷺ سے تعارض رکھتا ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ نماز تراویح میں صرف ایک بار قرآن ختم کیا جائے۔ شبینہ کرانے کی رسم جس کا رواج ان دنوں فروغ پکڑ رہا ہے، خلافِ سنت ہے اور جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اس سے لوگوں میں قرآن حکیم کے سننے سے گریز اور بے رغبتی کا رجحان تقویت پاتا ہے۔

آنحضرتﷺ اپنے صحابہؓ کو دورانِ ماہ ایک ختم قران پر اِکتفا کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ آپﷺ کے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا معمول ہر روز ایک قرآن ختم کرنے کا تھا۔ آپﷺ نے صحابی موصوف کو بلایا اور حسبِ دستور اس مہینے میں ایک قرآن ختم کرنے کی ہدایت فرمائی۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضورﷺ مجھے اس سے زیادہ کی استطاعت ہے اور مجھے حافظ قرآن ہونے کے پیشِ نظر زیادہ کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ آپﷺ نے اس کے زیادہ اصرار پر پہلے بیس دن، پھر دس دن اور آخر میں ہر سات دن کے بعد ایک قرآن ختم کرنے کی اجازت ان الفاظ میں عطا فرما دی:

أقراه فی کل سبع۔ سات دن میں ایک قرآن پڑھ لیا کرو۔

(مسند احمد بن حنبل، ۲:۱۶۲)

اس سے یہ نکتہ بڑی صراحت کے ساتھ واضح ہو جاتا ہے کہ ایک ایک دن میں قرآن مجید کے شبینے کرانے کا رواج صریحاً خلافِ سنت ہے۔

شبینہ کا صحیح طریقہ

بہرحال اگر شبینہ کرانا مقصود ہو تو حضور ﷺ کی سنت کے مطابق ختم قرآن کے لئے زیادہ سے زیادہ سات سے دس دن یا کم از کم تین رات کی محفل شبینہ کا اہتمام کیا جائے، لیکن اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ تلاوت کردہ قرآنی الفاظ کو سننے والے اس کی نشست و برخاست اور مطالب و معانی کے ساتھ سمجھ سکیں، نہ کہ رفتار اتنی تیز ہو کہ الفاظ گڈمڈ ہو جائیں اور سننے والے کے کچھ بھی پلے نہ پڑے۔

شبینے میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال غلط، نامناسب اور بے جواز ہے اس لئے کہ قرآن مجید پڑھا جا رہا ہو تو اس کا سننا ہر ایک کے لئے فرض ہو جاتا ہے اور نہ سننے والا شریعت کی نظر میں گنہگار ٹھہرتا ہے۔ لہذا مناسب اور دانشمندانہ بات یہ ہے کہ شبینے کے لئے اول تو لاؤڈ سپیکر نہ لگایا جائے اور اگر اس کا استعمال ناگزیر ہو تو اس کے لئے اندرونی نظام (Internal Arrangement) ہو، تاکہ اس کی آواز مسجد کی چار دیواری سے باہر نہ جا سکے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ مساجد میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال غیر ضروری اور بلاجواز کیا جاتا ہے۔ یہ عمل دین میں تصنع، ریاکاری اور دکھلاوے کے ذیل میں آتا ہے۔ اس رجحان کی حوصلہ شکنی ازبس ضروری ہے۔

دینی امور میں اعتدال اور میانہ روی

آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کو ہر معاملے میں جس کا تعلق دینی امور سے ہو یا دنیوی امور سے اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم ارزائی فرمائی ہے۔ افراط و تفریط سے پاک طرز عمل اختیار کرنا آپ ﷺ کے نزدیک کتنی اہمیت رکھتا ہے، اس کا اندازہ اس روایت سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر

صدیقؓ کے پاس سے گزرے جو انتہائی دھیمی آواز میں اپنے معمول کے مطابق قرآن حکیم کی تلاوت فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ رک گئے اور ان سے اتنی دھیمی آواز میں قرآن پڑھنے کی وجہ دریافت فرمائی۔ وہ عرض کرنے لگے حضور ﷺ وہ ذات جس کی رضا اور خوشنودی مقصود ہے' سینے کے اندر دل کی دھڑکن کی آواز بھی سن لیتی ہے' اس لئے میں قرأت آہستہ اور دھیمی آواز میں کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اپنے دیرینہ یارِ غمگسار سے ارشاد فرمایا ''اے ابوبکر تم اپنی آواز کو ذرا بلند کر لو۔'' پھر حضور ﷺ کا گذر ایسے مقام سے ہوا' جہاں حضرت عمر فاروقؓ انتہائی بلند آواز میں تلاوت کلام پاک فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے اتنی بلند آواز میں تلاوت کی وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کیا کہ میں قرآن اس لئے بلند آواز سے پڑھتا ہوں تاکہ میری گونجدار آواز سے خوابِ غفلت میں مبتلا لوگ بیدار ہو جائیں اور ان کے کانوں میں دعوت حق کا آوازہ پڑ جائے۔ اس پر حضور ﷺ نے فاروق اعظمؓ کو اپنی آواز ذرا پست کر لینے کی ہدایت فرمائی۔ (المستدرک للحاکم' ۱: ۳۱۰' رقم حدیث: ۱۱۶۸)

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام دینِ وسط ہے' جو ہر معاملے میں غلو سے پاک اور متوسط و متوازن طریق اور طرزِ عمل اختیار کرنے کا سبق دیتا ہے۔

دورانِ رمضان حضور ﷺ اور جبرائیلؑ کے دورۂ ختم قرآن کا معمول

صحیحین کی متفق علیہ حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر رمضان المبارک میں رات کے وقت حضرت جبرائیلؑ قرآن پاک کا دور کرنے کے لئے آقائے دوجہاں ﷺ کے حجرہ مبارکہ میں تشریف لاتے۔ جہاں باری باری ان دونوں ہستیوں میں سے ایک کلام پاک کی تلاوت کرتی تو دوسری سماعت فرماتی۔ یہ معمول ہر رمضان میں جاری رہا' یہاں تک کہ وصال مبارک سے پہلے آخری رمضان آیا تو

آپ ﷺ نے سابقہ معمول کے برعکس دو مرتبہ قرآن پاک کا دور جبرائیلؑ کی معیت میں فرمایا۔ حفاظ و قراءِ کرام کی کتنی خوش قسمتی ہے کہ وہ دورانِ تراویح ہر رمضان میں قرأت اور سماعت کا فریضہ ادا کر کے بیک وقت آنحضور ﷺ اور جبرائیلؑ کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

۴۔ معمولِ تہجد

رمضان المبارک کے دوران حضور اکرم ﷺ کی نماز تہجد کی ادائیگی کے بارے میں معمول مبارک یہ تھا کہ آپ ﷺ نماز تہجد میں آٹھ رکعت ادا فرماتے‘ جس میں وتر شامل کر کے کل گیارہ رکعتیں بن جاتیں۔ تہجد کا یہی مسنون طریقہ آنحضور ﷺ سے منسوب ہے۔

بعض بزرگانِ دین کی طرف تہجد کی بارہ رکعتیں منسوب کی جاتی ہیں اور ان کی ادائیگی کی صورت کچھ اس طرح ہوتی تھی کہ بعض پہلی رکعت میں بارہ مرتبہ سورۂ اخلاص شروع کرتے اور بتدریج کم کرتے جاتے‘ یہاں تک کہ آخری رکعت میں ایک بار سورۂ اخلاص پر ختم کر دیتے۔ کوئی اس سے برعکس عمل شروع کر کے سورۂ اخلاص کی تعداد بڑھاتا چلا جاتا۔ بہرحال کسی بھی طریقہ کو اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں‘ نماز ادا ہو جاتی ہے۔

ذہن میں سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ تہجد کے بارے میں آنحضور ﷺ سے مختلف طرزِ عمل کیوں اپنایا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عبادت کے معاملے میں سرکار دوجہاں ﷺ نے جس جس عمل کی تعلیم امت کو عطا فرمائی‘ اس میں سہولت اور آسانی کا پہلو مدنظر رکھا گیا ہے۔ تہجد میں رکعتوں کی کمی و بیشی کو وقت کی فراغت پر منحصر رکھا گیا ہے‘ اگر کسی کے پاس زیادہ وقت نہ ہو تو دوگانہ ادا کرے۔ وقت زیادہ

ہونے کی صورت میں رکعتوں کی تعداد کو بڑھایا بھی جا سکتا ہے۔ بہرحال تہجد کی ادائیگی کی تاکید کی گئی ہے۔ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

علیکم بقیام اللیل فانہ داب الصالحین قبلکم

(سنن الترمذی، ۲: ۱۹۴، کتاب الدعوات، رقم حدیث: ۳۵۴۹)

تم پر رات کا قیام (نماز تہجد) لازمی ہے کیونکہ تم سے صالحین کا یہ عمل رہا ہے۔

فضائل نماز تہجد

نماز تہجد تمام نفلی نمازوں میں افضلیت کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے آنحضور ﷺ نے فرمایا:

شرف المومن صلاتہ باللیل و استغناؤہ فی ایدن الناس۔

(سلسلہ الاحادیث الصحیحہ، ۴: ۵۲۶، رقم حدیث: ۱۹۰۳)

مومن کی بزرگی قیام اللیل میں ہے اور عزت لوگوں سے استغناء میں ہے۔

نماز تہجد میں مداومت اختیار کرنے سے بندہ اپنے رب کی نظر میں وہ مقام و مرتبہ حاصل کر لیتا ہے کہ اسے عزت و وقار اور شانِ استغناء نصیب ہوتی ہے، جس کے صلے میں اسے دنیا میں کسی کے آگے دستِ سوال دراز کرنے کی حاجت نہیں رہتی اور اس کی جبینِ نیاز آستانہ خداوندی کے سوا اور کسی در پر نہیں جھکتی۔ بندہ جب اپنے رب سے تعلق آشنائی محکم و پختہ تر کر لیتا ہے تو اس کی زندگی علامہ اقبالؒ کے اس شعر کی عملی تفسیر بن جاتی ہے:

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

راتوں کی تنہائی میں خدا سے راز و نیاز اور اس کے آگے گڑگڑا کر تضرع و زاری کے ساتھ دعائیں مانگنے سے بندہ دنیا سے مستغنی ہو جاتا ہے اور کسی فرعون کو خاطر میں نہیں لاتا۔ رسول مکرم ﷺ نے اپنی امت کے شب زندہ دار اور نماز تہجد کی خاطر قیام اللیل کرنے والوں کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عن ابن عباسؓ، قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: اشراف امتی حملة القرآن و اصحاب اللیل۔ (شعب الایمان، ۲: ۵۵۷، رقم حدیث: ۲۷۰۳)	میری امت کے برگزیدہ افراد وہ ہیں جو قرآن کو (اپنے سینوں میں) اٹھائے ہوئے ہیں اور شب بیداری کرنے والے ہیں۔

امت مصطفوی ﷺ کے یہ پاک باز اور قدسی صفاتِ مردانِ باخدا ہیں، جن کے بارے میں اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَ طَاً وَّ اَقْوَمُ قِیْلًاO (المزمل، ۷۳: ۶)	بیشک رات کا اٹھنا نفس کو سختی سے روندتا ہے اور (وقتِ دعا دل و زبان کی یکسانیت کے ساتھ) سیدھی بات نکلتی ہے۔

ان نفوس قدسیہ کی راتیں یوں بسر ہوتی ہیں کہ ان کے پہلو شب کی خلوت میں بستروں سے الگ رہتے ہیں، جب دوسری خدائی خواب گراں کی لذتوں میں غلطاں ہوتی ہے، وہ اپنے رب کو منانے کے لئے اس کے حضور پیکر عجز و نیاز بنے گڑگڑا رہے ہوتے ہیں۔ موسم سرما کی ٹھنڈی راتوں میں نرم و گداز بستر کے آرام کو

چھوڑ کر وہ اپنے نہانخانہ دل کو ذکرِ الٰہی کے نور سے منور کرتے ہیں اور اس میں ایسی لذت و حلاوت پاتے ہیں، جو دنیا کے عیش و آرام اور آسائش و راحت میں نصیب نہیں ہوسکتی۔

رمضان المبارک کی راتوں میں حضور اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ نماز عشاء و تراویح ادا کرنے کے بعد سونے کے لئے تشریف لے جاتے، پھر رات کے کسی حصے میں نماز تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو بشمول وتر گیارہ رکعتیں نماز کی ادا فرماتے۔

نماز تہجد کے لئے نماز عشاء کے بعد کچھ سونا شرط اور مسنون ہے، یہی عمل افضل و مستحب ہے، جو سنتِ صحابہؓ اور سنتِ صالحین سلف سے ثابت ہے، بغیر نیند کے نماز تہجد کا ادا کرنا مکروہ ہے۔

تہجد کا لغوی مفہوم

''تہجد'' کا لفظ عربی لغت میں ''ہجود'' سے مشتق ہے جس کے معنی رات کو سونے کے آتے ہیں۔ گویا تہجد وہ نماز ہے جو رات کے کسی حصے میں سونے کے بعد ادا کی جائے۔ اس کے لئے نیند کرنا شرط ہے، خواہ اس کا وقت تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ پس نیند کے بغیر جو نماز ادا کی جائے گی، وہ نوافل کے زمرے میں آئے گی، جس کا اپنا ثواب اور اجر ہے، لیکن اس نماز کو تہجد ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

نمازِ تہجد کے اوقات

نماز تہجد کے لئے رات کا کوئی حصہ مخصوص و متعین نہیں۔ نماز عشاء کے بعد نیند کے لئے بستر پر چلے جائیں، خواہ وہ پندرہ منٹ کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔ پھر آپ اٹھ کر نماز تہجد ادا کر سکتے ہیں۔ یہ خیال کہ تہجد صرف رات کے پچھلے حصے میں

ہی ادا ہوسکتی ہے، کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں حضور اکرم ﷺ کی نماز تہجد کے بارے میں حضرت انس بن مالکؓ کی روایت نقل کرتے ہیں:

عن ابن عباسؓ، قال قال رسول اللّٰہ ﷺ: من صلی رکعتین بعد عشاء الآخرۃ یقرأ بفاتحۃ الکتاب مرۃ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) بنی اللّٰہ لہ قصرین فی الجنۃ اھل الجنۃ۔	جو شخص آخر عشاء کے بعد دو رکعت اس طرح ادا کرے کہ ایک مرتبہ فاتحہ الکتاب اور بیس مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں دو محل بنائے گا، جن کا اہل جنت مشاہدہ کریں گے۔

۱۔(الدار المنثور، ۶: ۴۱۵)

یاد رہے کہ نماز تہجد کا وقت فجر تک رہتا ہے۔ حضور ﷺ، صحابہ کرامؓ اور ان کے تتبع میں اکثر بزرگانِ دین کا یہ معمول تھا کہ وہ نماز عشاء کے بعد سوتے اور پھر نصف شب کے بعد آخری حصے میں اٹھتے تھے۔ بعض بزرگوں کا نصف شب کے پہلے حصے میں نماز تہجد کا معمول بھی رہا ہے۔

۵۔ کثرتِ صدقات و خیرات

حضور نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ وہ صدقہ و خیرات کثرت کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ کوئی سوالی ان کے در سے خالی نہیں لوٹتا تھا۔ لیکن رمضان المبارک میں صدقہ و خیرات کی مقدار باقی مہینوں کی نسبت اور زیادہ بڑھ جاتی۔ اس

ماہ صدقہ و خیرات میں اتنی کثرت ہوجاتی کہ ہوا کے تیز جھونکے بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکتے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ

فاذا لقیه جبریل علیه السلام کان رسول الله ﷺ اجود بالخیر من الریح المرسلة۔	جب جبریل امین آجاتے تو آپ کی سخاوت کی برکات کا مقابلہ تیز ہوا نہ کرپاتی۔

(صحیح البخاری، ۱: ۲۵۵، کتاب الصوم، رقم حدیث: ۱۸۰۳)

حضرت جبریل علیہ السلام چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام محبت لیکر آتے تھے۔ رمضان المبارک میں چونکہ عام دنوں کی نسبت کثرت سے آتے تھے۔ اس لئے حضور نبی کریم ﷺ ان کے آنے کی خوشی میں صدقہ و خیرات بھی کثرت سے کرتے۔

جس کا تذکرہ امام نوویؒ یوں فرماتے ہیں۔

و فی هذا الحدیث فوائد منها بیان عظیم جوده ﷺ و منها استحباب اکثار الجود فی رمضان و منها زیاده الجود والخیر عند ملاقاة الصالحین و عقب فراقهم للتأثر بلقائهم و	اس حدیث پاک سے کئی فوائد اخذ ہوتے ہیں۔ مثلاً (۱) آپ ﷺ کی جو دوسخا کا بیان (۲) رمضان المبارک میں کثرت سے صدقہ و خیرات کے پسندیدہ عمل ہونے کا بیان۔(۳) نیک بندوں کی ملاقات پر جو د و سخا اور

منها استحباب مدارسة القرآن (شرح نووی، ۶۹:۱۵)

خیرات ہونے کا بیان۔ (۴) نیک بندوں سے ملنے کے بعد ان کی ملاقات کی خوشی میں صدقہ و خیرات۔ (۵) قرآن مجید کے شرح درس و تدریس کے لئے مُدرّس کے قیام کا جواز۔

۶۔ معمول اعتکاف

رمضان المبارک میں حضور نبی کریم ﷺ بڑی باقاعدگی کے ساتھ اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ زیادہ تر آپ ﷺ آخری عشرے کا اعتکاف فرماتے، کبھی کبھار آپ ﷺ نے پہلے اور دوسرے عشرے میں بھی اعتکاف فرمایا۔ لیکن جب حضور نبی کریم ﷺ کو مطلع کر دیا گیا کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے میں ہے۔ اس کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ آخری عشرے میں ہی اعتکاف فرمایا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ کے معمولِ اعتکاف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

ان النبی کان یعتکف العشر الآواخر من رمضان حتی توفاہ اللّٰہ تعالیٰ۔

(صحیح البخاری، ۱: ۲۷۱، کتاب الاعتکاف، رقم حدیث: ۱۹۲۲)

حضور نبی کریم ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ آخری عشرہ کے علاوہ رمضان المبارک کے پہلے اور دوسرے عشرے میں بھی اعتکاف فرمایا۔

عن ابی سعید الخدری﷜ قال: ان رسول اللہ ﷺ اعتکف العشر الاول من رمضان ثم اعتکف العشر الاوسط فی قبة ترکية علی سدتها حصير قال: فاخذ الحصير بيده فنحاها فی ناحية القبة ثم اطلع راسه فكلم الناس فدنوا منه فقال: انی اعتکف العشر الاول التمس هذه الليلة ثم اعتکف العشر الاوسط ثم اتيت فقيل لی: انها فی العشر الآواخر فمن احب منكم ان يعتكف فليعتكف۔

(صحیح لمسلم، ۱: ۳۷۰، کتاب الصیام، رقم حدیث: ۱۱۶۷)

حضرت ابو سعید الخدری ﷜ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے رمضان المبارک کا پہلا عشرہ اعتکاف فرمایا، پھر آپ ﷺ نے درمیانی عشرہ اعتکاف فرمایا اور یہ اعتکاف ایسے ترکی خیمہ میں تھا جس کے دروازے پر بطور پردہ چٹائی تھی جس کو آپ ﷺ نے مبارک ہاتھ سے پکڑ کر خیمہ کی طرف ہٹا یا اور پھر اپنا سر اقدس نکال کر صحابہ کرام کو اپنے قریب آنے کے لئے فرمایا جب وہ قریب آ گئے تو فرمایا جب وہ قریب آ گئے تو فرمایا میں نے لیلۃ القدر کی تلاش میں پہلا عشرہ اعتکاف کیا، پھر میں نے درمیانی عشرہ اعتکاف کیا، پھر مجھے بتایا گیا کہ وہ آخری عشرہ میں ہے۔ تم میں سے جو اعتکاف جاری رکھنا چاہتا ہے وہ اسے جاری رکھے۔

وصال مبارک کے سال آپ ﷺ نے بیس دن اعتکاف فرمایا:

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: کان النبی ﷺ یعتکف فی کل رمضان عشرة ایام، فلما کان العام الذی قبض فیه اعتکف عشرین یوماً۔	حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ہر سال رمضان المبارک میں دس دن تک اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ لیکن جس سال آپ ﷺ نے وصال فرمایا اس سال آپ ﷺ نے بیس دن تک معتکف رہے۔
(صحیح البخاری، ۱: ۲۷۲، کتاب اعتکاف، رقم حدیث: ۱۹۳۹)	

اعتکاف میں انسان دنیاوی معاملات سے علیحدگی اختیار کر کے خدا کی رضا کی تلاش میں گوشۂ تنہائی اختیار کرتا ہے۔ صوفیاء کرام اور اولیاء کرام حضور نبی کریم ﷺ کی اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی میں چلہ کشی کے عمل کو اختیار کرتے ہیں تاکہ وہ اس عمل کے ذریعے خدا کو راضی کر سکیں اور تزکیہ نفس کے مقام کو حاصل کر سکیں۔

باب ہفتم

رمضان المبارک میں اکابر اسلاف کے معمولات

آج سے کچھ عرصہ قبل رمضان المبارک میں اہل مکہ اور اہل مدینہ کے معمولات نمایاں اور امتیازی حیثیت رکھتے تھے لیکن امتدادِ زمانہ سے وہ سب اقدار زوال پذیر ہو چکی ہیں اور عبادت کا جوش و خروش قصہ ماضی بن چکا ہے۔

اہل مکہ کے معمولات رمضان المبارک

کتبِ تاریخ و سیر میں اہل مکہ کے معمولات رمضان المبارک کے باب میں ان کے نماز تراویح ادا کرنے کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے' ان کا انداز یہ تھا کہ وہ ہر چار رکعت ادا کرنے کے بعد طوافِ کعبہ کرتے اور ہر طواف کے سات چکروں کے دوران تسبیحات پڑھتے اور طواف مکمل کرنے کے بعد مقامِ ابراہیم پر دوگانہ نفل ادا کرتے۔ اس طرح بیس تراویح کی رکعتوں کے ساتھ اضافی طور پر پانچ مرتبہ طواف و تسبیحات کے علاوہ دس رکعت نفل زائد ادا کرتے۔ اہل مکہ کا شغف عبادت اور والہانہ پن اپنی مثال آپ تھا۔

اہل مدینہ کے معمولات رمضان المبارک

اہل مدینہ کے معمولات رمضان کا ذکر امام شافعیؒ امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے بطور خاص کیا ہے۔ ان کے بیان کے مطابق وہ ہر چار رکعت کے بعد کمال ذوق و شوق اور اطمینان و یکسوئی سے کلمات تسبیح و استغفار پڑھتے اور ہر ترویحے

کے اختتام پر چار رکعت نفل کا اضافہ کر لیتے۔ اس طرح وہ تراویح کی بیس رکعتوں کے علاوہ سولہ رکعت نفل اضافی طور پر ادا کر کے کل چھتیس رکعت ادا کرتے۔ کتبِ تاریخ میں ان کے اس عمل کو ستہ عشریہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اہل مدینہ کے ان معمولات پر ایک طویل عرصہ تک ائمہ امت اور ان کے متبعین عمل پیرا رہے۔ وہ کتنا ایمان پرور اور بصیرت افروز منظر ہو گا' جب لوگ حضور اکرم ﷺ کے روضہ اطہر کے سامنے حضوری قلب اور والہانہ انہماک سے رات گئے تک عبادت اور ذکر و فکر میں مشغول رہتے ہوں گے۔

آہ! محفل سے پرانے بادہ کش رخصت ہوئے

افسوس صد افسوس کہ امتداد زمانہ کے ساتھ معاملہ کی بساط یکسر پلٹ چکی ہے۔ وہ سب معمولات جن کا ذکر اہل مکہ و اہل مدینہ کے ذیل میں گزر چکا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق دہلویؒ کے زمانے تک ان پر عمل ہوتا رہا' پھر اس کے بعد امت پر انحطاط و ادبار کے سائے چھانے لگے تو جہاں زندگی کے ہر شعبے میں بے عملی کا جمود اور نحوست طاری ہو گئی' وہاں عبادات و دینی معاملات میں وہ روحانی جوش' ذوق وولولہ اور انہماک و استغراق نہ رہا۔ نوافل اور دعا و مناجات ترک کر دینے کا رجحان عام پایا جاتا ہے۔ ہمارے واعظینِ قوم میں الا ماشاء اللہ وہ برقِ طبعی اور شعلہ مقالی نہیں اور ان میں کردار کا وہ جوہر نہیں' جو ہمارے اسلاف کا طرہ امتیاز تھا۔ اب دین محض ظواہر پرستی کا نام بن کر رہ گیا ہے اور بقول اقبالؒ :

فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی
رہ گئی رسم اذاں روح بلالیؓ نہ رہی

ہم میں عظمت و شوکت رفتہ کے سب آثار رفتہ رفتہ ناپید ہوتے جا رہے ہیں۔

نماز تراویح اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کا معمول

خواتین بھی اگر نماز تراویح باجماعت ادا کرنا چاہیں تو وہ اپنے طور پر کسی قاری کو مقرر کر کے اس کی اقتداء میں نماز ادا کر سکتی ہیں۔ اس ضمن میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ اپنے غلام حضرت ذکوانؓ کی اقتداء میں نماز تراویح ادا فرمایا کرتی تھیں۔

ایک غلام کے پیچھے حضرت عائشہ صدیقہؓ کا نماز ادا کرنا انسانیت کے لئے کتنا انقلاب آفریں درس ہے۔ اسلام نے آقائیت اور خواجگی کے تمام بت پاش پاش کر دیئے اور انسانی مساوات کی وہ روح پرور اور بصیرت افروز مثالیں پیش کیں کہ آج کی نام نہاد مہذب، متمدن اور ترقی یافتہ دنیا اس کی کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔

رمضان المبارک میں ہمارا معمول ...... ایک لمحہ فکریہ

رمضان المبارک کی ہر ہر ساعت ہمارے لئے سعادتوں کی پیامبر اور خدائے ذوالجلال کی بے پایاں رحمتوں کی نوید بن کر آتی ہے، لیکن کیا ہم ان سے مستفیض ہو کر اپنے لئے اخروی نجات اور کامیابی کا توشہ و سامان فراہم کرتے ہیں؟ کیا ہم اس ماہ مقدس کے شب و روز کے سعید لمحوں کو غنیمت جان کر اپنی عاقبت سنوارنے کا اہتمام کرتے ہیں؟ ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانک کر سوچنا چاہئے کہ ہم اس ماہ مبارک کا حق کہاں تک ادا کر پاتے ہیں۔

ہمیں اپنا یہ معمول بنانا چاہئے کہ جب ہم سحری کے لئے بیدار ہوں تو باوضو ہو کر کچھ وقت نماز تہجد کی ادائیگی کے لئے نکالیں اور پھر پورا ماہ اس کی پابندی کے لئے کوشاں رہیں۔ کیا بعید ہے کہ اس مشق سے ہماری نماز تہجد کی عادت مداومت اختیار کر جائے اور ہماری بقیہ زندگی میں تہجد کا معمول اس قدر راسخ ہو

جائے کہ پھر اسے ترک کرنے کا تصور بھی نہ ہو سکے۔

رمضان المبارک کو یہ شرف اور فضیلت حاصل ہے کہ نماز تراویح اور نماز تہجد کے درمیان سونے کا وقفہ بھی شامل عبادت تصور کر لیا جاتا ہے۔ گویا اس مقدس اور مبارک مہینے کی ہر ہر ساعت فیوض و برکات کی حامل ہو کر نامہ اعمال میں بطور عبادت لکھ دی جاتی ہے۔

نماز تہجد اور صلحائے امت

یوں تو نفلی عبادتیں اور بھی ہیں، جن کا اپنا درجہ ہے، لیکن قرب الٰہی کے اعتبار سے جو مقام نماز تہجد کو حاصل ہے وہ کسی بھی اور عبادت کو نصیب نہیں۔ جب ساری خدائی خواب شیریں کے مزے لے رہی ہوتی ہے تو اللہ کا بندہ محض اپنے رب کی رضا کے لئے رات کی نیند اور آرام کو چھوڑ کر بارگاہِ ایزدی میں قیام اور سجدہ ریزیاں کرتا ہے اور اپنے گناہوں اور لغزشوں کی بخشش و معافی کا طلب گار ہوتا ہے۔ خلوت کی ان ساعتوں میں بندے کو اپنے رب سے جو قرب نصیب ہوتا ہے، اس کا عشر عشیر بھی وقت کی کسی اور گھڑی میں نصیب نہیں ہوتا۔

حضور ﷺ صحابہؓ اور ان کے متبعین، جملہ اولیاء عرفا اور مشائخ کے ہاں شب بیداری اور نماز تہجد کی ادائیگی ہمیں اپنے نقطہ کمال پر نظر آتی ہے۔ اللہ کے ان سب برگزیدہ بندوں کے احوال میں مذکور ہے کہ وہ رات کو دیر تک نوافل اور نماز تہجد میں مشغول رہتے تھے۔ تہجد کے بغیر کوئی مقامِ ولایت پر فائز نہیں ہو سکتا اور جس کی تین تہجد نمازیں پے در پے قضا ہو جائیں، اس سے مقام ولایت سلب کر لیا جاتا ہے۔

حضرت فاروق اعظمؓ پر خلافت کی ذمہ داریوں کا بار عظیم تھا۔ وہ دن بھر امور مملکت، رعایا کی خبر گیری اور ان کی حاجت برداری میں مصروف رہتے اور ان کی

راتیں اپنے رب کے ذکر وفکر، قیام و سجود اور گریہ و زاری میں بسر ہوتیں۔ گویا نہ دن کو آرام اور نہ رات کو سکون و قرار نصیب ہوتا۔ کسی نے پوچھا حضرت شب و روز یہ اضطراب و التہاب اور بے سکونی و بے آرامی کس لئے؟ آپ کے جسم و جان کا بھی آپ پر کچھ حق ہے۔

یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ فرمانے لگے اگر میں دن میں آرام کرنے لگوں تو رعایا کے حال سے بے خبر ہو جاؤں اور رات کو چین کی نیند سوؤں تو خدا کی یاد سے غافل قرار پاؤں۔ یہ دونوں حالتیں مجھے گوارا نہیں ہیں، اس لئے میرے دن خلق خدا کے لئے اور راتیں ذات کبریا کے لئے وقف ہیں۔

باب ہشتم

روزہ کے احکام و مسائل

روزے کے متعلق چند ضروری اور اہم مسائل و احکامات قارئین کے استفادے کے لئے درج ذیل ہیں۔

شرائط وجوب

روزہ جن شرائط کے ساتھ فرض ہوتا ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ مسلمان ہونا

۲۔ عاقل ہونا

۳۔ بالغ ہونا

۴۔ تندرست ہونا

۵۔ مقیم ہونا

۶۔ عورت کا حیض و نفاس سے پاک ہونا

دوسرے لفظوں میں کافر، پاگل یا مجنون، بچے، بیمار، مسافر اور حائضہ پر روزہ فرض نہیں، تا آنکہ پاگل عقل مند، بچہ بالغ، بیمار صحتمند، مسافر مقیم اور حائضہ حالت پاکیزگی میں آ جائے۔

شرائطِ وجوبِ ادا

متذکرہ بالا صورتوں میں تین وجوہات ایسی ہیں جن کے رفع ہونے پر

روزے کی قضا رمضان کے بعد واجب ہو گی۔ عدمِ ادائیگی کی صورت میں ساری زندگی اس پر روزہ واجب رہے گا۔

۱۔ بیمار جب مکمل طور پر تندرست ہو جائے اور روزہ رکھنے کی استطاعت کا مالک ہو جائے۔

۲۔ مسافر جب سفر سے واپس آ جائے یا سفر کے بعد مقیم ہو جائے۔

۳۔ عورت جب حیض و نفاس سے حالت طہر میں آ جائے۔

روزہ نہ رکھنے کے شرعی عذر

جب مجبوریوں کے باعث شریعت نے رخصت دی ہے کہ اگر وہ چاہے تو روزہ رکھے، ورنہ مجبوری کے اختتام پر قضا روزوں کو ادا کرے۔ عام طور پر واقع ہونے والے وہ بڑے بڑے عذر یہ ہیں:

۱۔ مرض یا بھوک و پیاس کی شدت

کوئی شخص کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جائے کہ روزہ رکھنے سے مرض کے بڑھ جانے کا خطرہ ہو یا پھر بھوک پیاس کی وجہ سے جان جانے کا خطرہ ہو۔ ان صورتوں میں دیندار اور مسلمان ڈاکٹر کی رائے ہی زیادہ قابل اعتبار ہو گی۔

۲۔ سفر

اس عذر کے لئے سفر کی مقدار وہی معتبر ہو گی، جس میں نماز کی قضا لازم آتی ہے۔ دورانِ سفر اگر روزہ باعث تکلیف نہ بنے تو روزہ رکھ لینا ہی افضل ہے۔

۳۔ کمزور، لاغر اور بوڑھا ہونا

کوئی شخص کسی وجہ سے اتنا کمزور یا بڑھاپے کی وجہ سے بہت زیادہ لاغر ہو اور اسے دوبارہ طاقت آنے کی امید بھی نہ ہو تو اس کے لئے رخصت ہے کہ وہ ہر روزے کے بدلے صدقہ فطر کی مقدار میں فدیہ دیتا رہے یا کسی فقیر مسکین وغیرہ کو پیٹ بھر کر دو وقت کا کھانا کھلاتا رہے۔ معذور کو اس صورت میں یہ اختیار ہے کہ وہ یہ فدیہ شروع رمضان میں دے دے، ہر روز دیتا رہے یا آخر میں اکٹھا ادا کر دے۔

۴۔ عورت کا حاملہ ہونا یا دودھ پلانا

رمضان المبارک میں کوئی عورت اگر حاملہ ہو یا بچے کو دودھ پلاتی ہو اور روزہ رکھنے سے اسے یا بچے کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو تو وہ بھی روزہ قضا کر سکتی ہے۔

۵۔ جہاد میں شرکت

دشمن کے مقابلے میں لڑنا پڑے اور لڑائی میں حالت روزہ، کمزوری کی وجہ سے کسی رکاوٹ کا سبب بنے تو ایسے مجاہد کے لئے بھی رخصت ہے۔

ان تمام صورتوں میں معذور عورت یا مرد کو چاہئے کہ وہ سرعام کھانے پینے سے پرہیز کریں، کیونکہ اس سے رمضان المبارک کا تقدس پامال ہوتا۔

روزے کے ارکان

روزے کی شرعی اور اصطلاحی تعریف سے ہی اس کے ارکان کا تعین ہو جاتا ہے یعنی:

۱۔ نیتِ روزہ

۲۔ امساک یعنی کھانے پینے سے پرہیز کرنا اور مباشرت سے رکے رہنا

۳۔ سحری سے غروبِ آفتاب تک کے معین وقت کی پابندی

روزے کی نیت کے احکام

نیت دل کے ارادے کا نام ہے۔ روزے کی صحت کے لئے نیت سب سے اولیت رکھتی ہے‘ ورنہ کھانے پینے سے محض رکے رہنے سے ہرگز روزہ نہیں ہوگا۔

کتبِ فقہ میں روزوں کی مختلف اقسام بیان ہوئی ہیں‘ جوحسب ذیل ہیں:

۱۔ رمضان کا روزہ

۲۔ نذر معین کا روزہ

۳۔ نفلی روزہ

ان کی نیت رات سے کر لیں تو افضل ہے‘ ورنہ نصف النہار سے قبل نیت کر لینا بھی درست ہوگا‘ لیکن ان اقسام کے روزوں کے علاوہ نیت کا صبح صادق سے پہلے کرنا ضروری ہے‘ مثلاً کفارہ کے روزے‘ قضا کے روزے اور نذر غیر معین کے روزے۔

- اگر نیت کے مسنون الفاظ دہرا لئے جائیں تو افضل ہے ورنہ اگر کوئی سحر کے وقت روزہ رکھنے کے لئے اٹھا اور کچھ کھا پی کر روزہ رکھ لیا تو یہی اس کی نیت ہے۔
- جمہور ائمہ کے نزدیک ہر روزے کی الگ نیت ضروری ہے۔ البتہ امام اعظمؒ کے نزدیک پورے رمضان المبارک میں پہلے روزے کو نیت کر لینا ہی کافی ہے بشرطیکہ پورے ماہ میں روزوں کا تسلسل قائم رہے۔
- روزہ کی حالت میں محض روزہ توڑنے کی نیت سے روزہ نہیں ٹوٹتا‘ جب تک کہ کچھ کھایا پیا نہ جائے۔

○ اگر کوئی شخص رات کو روزہ کی نیت کر کے بعد میں اس نیت سے رجوع بھی کر لے اور اگلے دن صبح سے شام تک کھائے پیئے بغیر رہا تو یہ اس کا روزہ نہیں ہے۔

نیت روزہ کے مسنون اور مختصر الفاظ یہ ہیں:

نویت بصوم غد للہ تعالی من شھر رمضان۔	ماہِ رمضان کے روزے کی میں نیت کرتا ہوں۔

اگر رات کو نیت نہ کر سکے اور دن کو کرے تو یوں کہے:

نویت ان اصوم ھذا الیوم للہ تعالی من شھر رمضان۔	میں ماہِ رمضان کے اس دن کے روزے کی نیت کرتا ہوں۔

دن کو نیت کرنی پڑے تو ضروری ہے کہ اپنے آپ کو صبح صادق سے روزہ دار تصور کرے۔

سحری و افطاری کے احکام

۱۔سحری کرنا یعنی صبح صادق سے قبل کچھ کھا پی لینا سنت ہے:

۲۔سحری کا وقت تو نصف شب کے بعد شروع ہو جاتا ہے مگر افضل ترین سحری آخری حصہ شب کی ہے۔

۳۔سحری میں تاخیر افضل ہے تو افطاری میں جلدی کرنا سنت ہے:

۴۔ افطاری میں بلاوجہ تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

۵۔ افطاری میں عجلت سے مراد یہ نہیں کہ وقت سے پہلے ہی افطار کر لیا جائے اس پر احادیث میں سخت سزا کا ذکر آیا ہے۔

۶۔ روزہ کھجور، چھوہارے یا پانی سے افطار کرنا سنت ہے اور مستحب یہ ہے کہ تین، پانچ یا نو دانے کھائے۔

روزہ توڑنے والی چیزیں

1۔ عمداً کھانے پینے یا جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے‘ اگر بھول کر کھا پی لیا‘ جماع کر لیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

2۔ ہر قسم کی تمباکو نوشی سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

3۔ دانتوں میں رکی ہوئی چنے کے برابر یا اس سے کم چیز نکال کر کھا لی تو بھی روزہ جاتا رہا۔

4۔ نتھنوں میں دوا چڑھائی یا کان میں تیل ڈالا یا دوائی‘ تیل وغیرہ حلق میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا‘ لیکن سادہ پانی اگر کان میں چلا گیا‘ اس سے کلی وغیرہ چاہے جتنی کثرت سے کر لیں‘ بشرطیکہ حلق کے اندر نہ جائے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

5۔ بلا قصد بھی اگر کلی کرتے ہوئے پانی حلق سے نیچے چلا گیا تو روزہ نہ رہا۔

6۔ قصداً منہ بھر کر قے کی تو روزہ ٹوٹ گیا‘ بلا اختیار اور بلا قصد قے ہو گئی تو (ا) اگر منہ بھر کر ہوئی اور کوئی قطرہ واپس حلق سے اتر گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا (ب) اگر منہ بھر کر نہیں ہوئی اور اس کے چند قطرے واپس چلے گئے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

7۔ خون تھوک کے ساتھ پیٹ میں چلا گیا اور خون تھوک پر غالب تھا تو روزہ ٹوٹ گیا‘ ورنہ نہیں۔

8۔ کنکری‘ لوہے کا ٹکڑا یا کسی ایسی چیز کا کھا لینا جو عام طور پر نہیں کھائی جاتی تو بھی روزہ ٹوٹ گیا۔

9۔ منہ میں کوئی ایسی رنگین چیز رکھی جس سے تھوک پر اس چیز کا رنگ غالب آ گیا اور وہ تھوک اس نے نگل لی تو روزہ جاتا رہا۔

ماہ رمضان میں اگر اتفاق سے کسی کا روزہ ٹوٹ گیا تو روزہ ٹوٹنے کے بعد بھی کچھ کھائے پیئے نہیں، بلکہ سارا دن روزہ داروں کی طرح رہنا ضروری ہے۔

روزہ کے مکروہات

مندرجہ ذیل امور روزہ کے مکروہات ہیں:

۱۔ جھوٹ، غیبت، چغلی، گالی گلوچ کرنا یا کسی کو تکلیف دینا۔

۲۔ روزہ دار کا کوئی چیز بلاوجہ زبان پر رکھ کر چبانا یا چبا کر اگل دینا وغیرہ۔

۳۔ قولاً یا عملاً جنسی رغبت اور شہوانی جذبات برانگیختہ کرنے والے امور۔

۴۔ روزہ کی حالت میں پانی چڑھانے یا کلی کرنے میں مبالغہ کرنا۔

۵۔ پیاس کی حالت میں پانی کے غرغرے کرنا، کیونکہ اس صورت سے روزہ ضائع ہونے کا قوی امکان ہے۔

علاوہ ازیں غسل کرنا، ٹھنڈا پانی سر پر ڈالنا، کلی کرنا، سادہ مسواک کرنا، سرمہ لگانا، بدن پر تیل ملنا، خوشبو لگانا یا سونگھنا مکروہات روزہ میں شمار نہیں ہوتے۔

روزہ توڑ ڈالنے کا کفارہ

کسی شرعی عذر کی وجہ سے رمضان کا روزہ یا کوئی دوسرا نفلی روزہ ٹوٹ گیا تو اس کی قضا لازم ہے، لیکن بلا عذر شرعی رمضان المبارک کا روزہ توڑنے پر قضا کے ساتھ کفارہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ رمضان المبارک کے ایک روزے کا بدل تو سال بھر کے روزے بھی نہیں بن سکتے، لیکن شریعت نے اس کی کم از کم مقدار یہ مقرر کی ہے کہ وہ شخص لگاتار دو ماہ یعنی ساٹھ ایام کے روزے رکھے۔ اس میں تسلسل شرط ہے یا پھر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مساکین کو دونوں وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھلائے۔

باب نہم

چند نفلی روزوں کی فضیلت

روزہ تزکیہ نفس کا بہترین ذریعہ ہے اس لئے اسلام نے فرض روزوں کے علاوہ مختلف ایام کے روزوں کی ترغیب بھی دی ہے' یہی وجہ ہے کہ انبیاء وصلحاء کی زندگیوں کا معمول تھا کہ وہ فرض روزوں کے علاوہ زندگی بھر نفلی روزوں کا بطور خاص اہتمام کرتے۔ نفلی روزوں کی فضیلت کے پیش نظر درج ذیل سطور میں بعض روزوں کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

صومِ عاشورہ:

صومِ عاشورہ دسویں محرم کا روزہ ہے' بہتر یہ ہے کہ نویں محرم کو بھی روزہ رکھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

۱۔ افضل الصیام' بعد رمضان' شھر اللہ المحرم۔ (صحیح لمسلم' ۱:۳۶۸' کتاب الصیام' رقم حدیث:۱۱۶۳)	حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان المبارک کے بعد سب روزوں میں افضل اللہ کے مہینے محرم کے روزے ہیں۔
۲۔ عن ابی قتادۃ الانصاری ؓ' سئل عن صوم یوم عآشوراء فقال یکفر السنۃ	حضرت ابوقتادہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عاشورہ کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو

الماضية۔

(صحیح المسلم، ۱:۳۶۸، کتاب الصیام، رقم حدیث:۱۱۶۲)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ عاشورہ کا روزہ گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

صومِ عرفہ:

یہ نویں ذوالحجہ کا روزہ ہے۔

عن ابی قتادة الانصاری، سئل عن صوم یوم عرفة، قال یکفر السنة الماضية والباقية۔

(ایضاً)

حضرت ابوقتادہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ سے عرفہ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عرفہ کا روزہ گزشتہ اور آئندہ سال (کے گناہوں) کے لئے کفارہ ہے۔

عن ابی هريرةؓ، قال قال رسول الله ﷺ: نهى عن صوم عرفة بعرفة۔

(سنن ابوداؤد، ۱:۳۳۸)

حضرت ابوھریرۃؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے عرفات میں عرفہ کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔

شوال کے چھ روزے

عن ابو ایوب الانصاریؓ، ان رسول الله ﷺ: قال من صام

حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

رمضان ثم اتبعه ستاً من شوال کان کصیام الدھر۔
(صحیح لمسلم، ۱:۳۶۹، کتاب الصیام، رقم حدیث:۱۱۶۴)

جس شخص نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو گویا اس نے سال بھر کے روزے رکھے۔

شعبان کا روزہ اور شب برأت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب شعبان کی پندرھویں رات (شب برأت) آئے تو اس رات میں قیام کرو یعنی نفلی نمازیں پڑھو اور دن میں روزہ رکھو کہ اللہ تعالیٰ سورج ڈوبنے کے بعد سے آسمانِ دنیا پر خاص تجلی فرماتا ہے اور اعلان فرماتا ہے کہ کیا ہے کوئی بخشش کا طلبگار کہ میں اسے بخش دوں۔ کیا ہے کوئی روزی طلب کرنے والا کہ میں اسے روزی دوں۔ کیا ہے کوئی مصیبت میں گرفتار کہ میں اس کو رہائی دوں۔ کیا ہے کوئی ایسا؟ کیا ہے کوئی ایسا؟ اس قسم کی ندائیں ہوتی رہتی ہیں یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔

ایامِ بیض کے روزے

ہر مہینے کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخوں کے روزے ایام بیض کے روزے کہلاتے ہیں۔

عن ابی ذر قال: قال رسول اللہ ﷺ من صام، من کل شھر فذلک کمن صیام الدھر۔
(جامع الترمذی، ۱:۹۵، کتاب الصوم، رقم حدیث:۷۶۲)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ہر مہینے کے تین روزے رکھے یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے اس نے ہمیشہ روزے رکھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر مہینے کے یہ روزے ایسے ہیں، جیسے کوئی ہمیشہ روزے رکھتا رہا ہو اور فرمایا کہ جس سے ہو سکے، ہر مہینے میں تین روزے رکھے۔ ہر روزہ دس دن کے گناہ مٹاتا ہے اور وہ شخص گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے پانی کپڑے کو پاک کر دیتا ہے۔

قال کان رسول اللہ ﷺ لا یفطر ایام البیض فی حضر ولا سفر۔

(سنن النسائی، ا: ۳۲۱، کتاب الصیام، رقم حدیث: ۲۳۴۵)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر اور حضر میں ایامِ بیض کے روزے رکھا کرتے تھے۔

دوشنبہ اور جمعرات کا روزہ

عن ابی هریرةؓ، قال قال رسول اللہ ﷺ تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس فاحب ان یعرض عملی و انا صائم

(جامع الترمذی، ا:۹۳، کتاب الصوم، رقم حدیث: ۷۴۷)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سوموار اور جمعرات کو اعمال (بارگاہ خداوندی میں) پیش کئے جاتے ہیں۔ میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال اس صورت میں پیش ہوں کہ میں روزہ سے ہوں۔

عن ابی هریرةؓ قال قال: رسول اللہ ﷺ: ان یوم الاثنین والخمیس یغفر اللہ فیھما لکل مسلم الا متھاجرین یقول دعھما حتی یصطلحا۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۲۴، کتاب الصیام، رقم حدیث: ۱۷۴۰)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سوموار اور جمعرات کے روز اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی مغفرت فرماتا ہے، سوائے باہم لڑنے والوں کے، ان کے لئے حکم ہوتا ہے کہ انہیں چھوڑ دو تاوقتیکہ یہ دونوں صلح کر لیں۔

بدھ، جمعرات و جمعہ کا روزہ

عن انس بن مالک، انه سمع النبی ﷺ یقول: من صام الأربعاء، والخمیس، والجمعة نبی الله له قصرا فی الجنة من لولؤ، ویا قوت، و زبر جد ، و کتب له براء ة من النار۔

(المعجم الاوسط، ۲: ۱۸۸، رقم حدیث: ۲۵۶)

حضرت انس بن مالک ص سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے بدھ، جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں موتی اور یاقوت و زبرجد کا محل بنائے گا اور اس کے لئے دوزخ سے برأت لکھ دی جائے گی۔

صومِ داؤدی

سال بھر اس طرح روزے رکھنا کہ ایک دن روزہ دار رہے اور ایک دن بلا روزہ، صوم داؤدی کہلاتا ہے۔ یہ حضرت داؤدؑ کا روزہ تھا۔

عن عبداللہ بن عمروؓ، قال: قال لی رسول اللہ ﷺ احب الصیام الی اللہ تعالیٰ صیام داؤد و کان یفطر یوما و یصوم یوما۔

(سنن ابوداؤد ۱:۳۳۹، کتاب الصوم، رقم حدیث: ۲۴۴۸)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو روزوں سے داؤدی روزے سب سے زیادہ پسند ہیں وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن بغیر روزے کے رہتے تھے۔

باب دہم

حقیقتِ اعتکاف

وصالِ حق کے لئے تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کی خواہش ہر دور میں سعید روحوں کا شیوہ رہا ہے اور انسان اخلاقی و روحانی کمال کے حصول کے لئے مختلف نوعیت کی اضافی مشقتیں اور مجاہدات اپناتا چلا آیا ہے، چنانچہ حصولِ مقصد کی تگ و دو میں کبھی تو وہ جادۂ اعتدال پر گامزن رہا ہے اور کبھی افراط و تفریط کا شکار ہو گیا ہے۔ وصالِ محبوب کی خاطر تزکیہ نفس کے لئے کی جانے والی مختلف النوع کاوشوں میں سے ایک مسلمہ طریق مخلوق سے بے رغبتی اور کنارہ کشی ہے، جس میں افراط کی معروف صورت رہبانیت ہے جو مختلف امم سابقہ کا شیوہ رہا ہے۔

رہبانیت کیا ہے؟

امم سابقہ میں وصالِ حق کے متلاشیوں نے جب یہ محسوس کیا کہ وہ معمولاتِ حیات اور دنیاوی مشاغل و مصروفیات جاری رکھتے ہوئے اپنی منزل کو نہیں پا سکتے اور نفس کی غفلتیں اور سماجی ذمہ داریوں کی الجھنیں انہیں وہ محنت و مشقت اور مجاہدہ نہیں کرنے دیتیں، جو معرفتِ حق اور وصالِ محبوب کے لئے ضروری ہے تو انہوں نے لذّاتِ نفسانی سے دستبرداری اور علائق دنیوی سے کنارہ کشی کی راہ اپنائی۔ سماجی ذمہ داریوں سے راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے جنگلوں اور ویرانوں کا رخ کیا۔ بیوی، بچوں اور معاشرتی زندگی کی دیگر مصروفیات سے منہ موڑ کر غاروں کی خلوتوں اور جنگلوں

کی تنہائیوں میں جا ڈیرہ لگایا اور وہیں رہ کر کثرتِ عبادت و مجاہدہ بلکہ نفس کشی کے ذریعے وصالِ حق کی جستجو کرنے لگے۔ قرآن نے ان کے اس تصورِ حیات کو رہبانیت کے نام سے موسوم کیا ہے۔ قرآن کی رو سے یہ طرز زندگی وصال حق کی متلاشی روحوں نے ازخود اختیار کی تھا۔ یہ طریقہ ان پر فرض نہیں کیا گیا تھا' ارشاد ہوتا ہے:

وَ رَهْبَانِيَّةَ اَبْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَO

(الحدید' ۵۷:۲۷)

اور رہبانیت جس کی ابتدا خود انہوں نے کی' ہم نے اس کو ان پر فرض نہ کیا تھا' مگر انہوں نے اسے اللہ کی رضا مندی کے لئے اختیار کیا' لیکن جس طرح اس کو نبھانا چاہئے تھا' نباہ نہ سکے پھر (بھی) ان میں جو ایمان لائے ہم نے ان کو اجر دیا اور ان میں سے اکثر (تو) نافرمان ہی ہیں

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ دینِ عیسوی میں اصلاً رہبانیت فرض نہ کی گئی تھی بلکہ اس کا تعلیماتِ مسیح علیہ السلام میں سرے سے کوئی ذکر ہی نہ تھا۔ بعد کے لوگوں نے ازخود رضائے الٰہی کی خاطر زیادہ ریاضت و مجاہدہ اور عبادت و مشقت کی خاطر رہبانیت (ترکِ دنیا) کی صورت پیدا کر لی۔ چونکہ یہ کام بھی رضائے الٰہی کے نصب العین کے تحت کیا گیا تھا' اس لئے قرآنی بیان کے مطابق باری تعالیٰ نے اسے امرِ مستحسن سمجھ کر قبول کر لیا۔ اب ضروری تھا کہ رہبانیت کے جملہ تقاضے کماحقہ پورے کئے جاتے' تاکہ اس سے صحیح روحانی فائدہ میسر آتا' لیکن ان میں سے اکثر افراد بالالتزام ان تقاضوں کو پورا نہ کر سکے' اس لئے انہیں ''نافرمان'' قرار دیا گیا اور جنہوں نے اس کے تقاضوں کو صحیح طور پر پورا کیا' انہیں باری تعالیٰ نے اجر وثواب

سے بہرہ ور کیا۔

گویا جب تک رہبانیت میں مقصدیت کارفرما رہی اسے گوارا کیا جاتا رہا' لیکن جب وہ بھی محض رسمِ دنیا بن کر رہ گئی' اس کی روح فوت ہو گئی اور وہ مقصدیت جس کی وجہ سے اسے گوارا کر لیا تھا' وہ پیش نظر نہ رہی تو اس کی افادیت بھی ختم ہو کر رہ گئی۔

ایک غور طلب نکتہ

یہاں ایک نکتہ جو قابل غور ہے' وہ یہ ہے کہ قرآن نے اس فعل کو کہیں حرام قرار نہیں دیا اور نہ ہی اسے کوئی ایسا فعل مذموم قرار دیا ہے' جس پر اللہ رب العزت کی نافرمانی لازم آتی ہو' بلکہ نہایت حکیمانہ انداز میں اس بات کی نشاندہی کی جا رہی ہے کہ ہم نے تو اس فعل کو گوارا بھی کر لیا تھا' لیکن محض اس لئے کہ اسے ہماری ہی رضا کے حصول کے لئے اپنایا گیا تھا اور ان لوگوں کا مقصود و مطلوب سوائے وصالِ حق کے اور کچھ نہ تھا' لہٰذا ہم نے ان پر نہی وارد نہ کی۔ گویا رہبانیت فی نفسہ کوئی مذموم اور ناپسندیدہ شعارِ زندگی نہیں تھا۔

اسلام میں رہبانیت کا تصور

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا رهبانية في الاسلام اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

(کشف الخفا' ۲:۵۲۸)

حضور ﷺ کے اس ارشادِ گرامی سے بالعموم یہ استنباط کیا جاتا ہے کہ اسلام نے رہبانیت کی نفی کر دی ہے' یا اسلام میں رہبانیت نام کی کسی شے کا کوئی وجود نہیں۔ یہ استنباط اپنی جگہ درست ہے' لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو آپ ﷺ

نے اپنے اس فرمان اقدس کے ذریعے نفس کشی کے بیجا ضابطوں سے نجات عطا کر کے اپنی امت کو ایک بہت بڑی نعمت سے بہرہ ور کر دیا ہے اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی زبان حال سے پوری امت کو یہ خوشخبری دے رہا ہے کہ اے شمع دین حق کے پروانو! تلاش حق کے راہ نوردو اور جلوہ محبوب کے متلاشیو! اب تمہیں اپنے محبوب کے دیدار و وصال کے لئے اپنی بیوی بچوں کو خیرباد کہنے کی ضرورت نہیں۔ اب تمہیں حصولِ منزل کے لئے جنگلوں، ویرانوں، غاروں کو اپنا مسکن بنانے کی حاجت نہیں۔ اب تمہیں تزکیۂ نفس اور تصفیہ باطن کے لئے معاشرتی زندگی اور سماجی ذمہ داریوں سے راہِ فرار اختیار کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسلام کی صورت میں ایک مکمل اور جامع نظامِ حیات ہوتے ہوئے رہبانیت جیسی بے جا مشقتوں کے بوجھ سے آزاد کر دیا گیا ہے۔ ہم حضور نبی کریم ﷺ کی اتباع و اطاعت کے ذریعے اسی دنیا میں رہتے ہوئے، کاروبار زندگی کی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے، بیوی بچوں اور دیگر افراد معاشرہ کے حقوق کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہوتے ہوئے وصالِ یار اور قربِ الٰہی کی منزل کو پا سکتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے رہبانیت کا نعم البدل اعتکاف کی صورت میں ہمیں عطا کر دیا ہے۔

اعتکاف کے ہوتے ہوئے ہمیں عبادت و ریاضت اور نفس کشی کے حصول کے لئے رہبانیت کے اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اسلام کا عمومی مزاج

اسلام دین فطرت ہے، جو انسان کے فطری داعیات اور نفسی مقتضیات کی رعایت رکھتے ہوئے ان کی تکمیل کے لئے حکیمانہ راہ تجویز کرتا ہے۔ اسلام اگر کسی چیز پر پابندی عائد کرتا ہے یا کسی تصور کو ختم کرتا ہے تو انسان کو اس کا بہتر بدل عطا

کرتا ہے تاکہ اس تصور کی خوگر طبائع پر یہ تبدیلی گراں نہ گزرے اور اس تبدیلی کی نہ صرف افادیت مسلّم ہو جائے بلکہ انسانی طبائع اس کی طرف بہ رغبت مائل بھی ہو۔

سود کا بدل۔ قرض حسنہ

مثال کے طور پر جب سودی لین دین جیسے انسانیت کش نظام کو معاشرے سے ختم کرنے کا ارادہ کیا گیا تو اس کے خاتمے سے پہلے زکوٰۃ و صدقات اور قرض حسنہ جیسے انسانیت پرور تصورات کو متعارف کرایا گیا۔ اگر زکوٰۃ و صدقات اور قرض حسنہ جیسے انسان پرور نظام کو رائج کئے بغیر سود کی لعنت سے چھٹکارا پانے کی کوشش کی جاتی تو یقیناً مطلوبہ نتائج برآمد نہ ہو سکتے۔

نشہ شراب کا بدل - نشہ شرابِ عشق الٰہی

اسلام نے شراب کو یکدم حرام قرار نہیں دیا' بلکہ اسلام جو دین فطرت ہے اور انسانی طبائع کی کمزوریوں سے بخوبی آگاہ ہے' شراب پر بتدریج پابندی عائد کی اور اس وقت تک اسے کلیتاً حرام قرار نہیں دیا' جب تک کہ شراب کے نشہ اور کیف و سرور کے رسیا طبائع کو عشق الٰہی کے نشہ سے متعارف نہیں کرا دیا۔ جب تک ذکر الٰہی اور دیدار مصطفوی ﷺ کے نشے سے بہرہ ور نہیں کر دیا گیا اور لوگوں کو نشہ شراب کا نعم البدل عطا نہیں کر دیا گیا' شراب پر پابندی نہیں لگائی گئی۔

علی ہٰذا القیاس اسلام نے جن جن امور پر پابندی عائد کی ہے' فطرتِ انسانی مقتضیات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ان کا بہتر بدل انسان کو عطا کر دیا ہے۔

ایک سوال

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اسلام مذموم امور پر بھی اس وقت تک

پابندی عائد نہیں کرتا‘ جب تک اس کا بہتر بدل مہیا نہیں کر دیتا‘ تو رہبانیت جو فی نفسہ اتنی ناپسندیدہ اور مذموم چیز نہیں تھی‘ بلکہ معرفتِ حق اور وصالِ الٰہی کی طلب سے عبارت ایک باقاعدہ نظامِ حیات تھا‘ جب اسلام اس پر پابندی عائد کر رہا ہے تو کیا اس کا کوئی نعم البدل نہیں دیا گیا ہو گا۔ اسلام کی حکیمانہ تعلیمات کے پیش نظر یہ ممکن ہی نہیں کہ اس نے رہبانیت کا بہتر بدل امت مسلمہ کو فراہم نہ کر دیا ہو اور وہ نعم البدل جو جادۂ حق کے متلاشیوں کو اسلام نے عطا کیا ہے ’’اعتکاف‘‘ ہے۔

حقیقتِ اعتکاف ۔ خلوت نشینی

اعتکاف کی حقیقت خلوت نشینی ہے اور یہ رب العزت کا اپنے محبوب ﷺ کے تصدق سے امتِ مصطفوی ﷺ پر خصوصی لطف و احسان ہے کہ وصالِ حق کی وہ منزل جو امم سابقہ کو زندگی بھر کی مشقتوں اور بے جا ریاضتوں کے نتیجے میں بھی حاصل نہیں ہو سکتی تھی‘ فقط چند روز کی خلوت نشینی سے میسر آ سکتی ہے۔ چنانچہ اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ انسان چند روز کے لئے علائقِ دنیوی سے کٹ کر گوشہ نشین ہو جائے۔ ایک محدود مدت کے لئے خلوت گزیں ہو کر اللہ کے ساتھ اپنے تعلقِ بندگی کی تجدید کر لے۔ اپنے من کو آلائشِ نفسانی سے علیحدہ کر کے اپنے خالق و مالک کے ذکر سے اپنے دل کی دنیا آباد کر لے۔ مخلوق سے آنکھیں بند کر کے اپنے خالق کی طرف لو لگا لے۔ ان کیفیات سے مملو ہو کر جب انسان دنیا و مافیہا سے کٹ کر صرف اپنے خالق و مالک کے ساتھ لو لگا لیتا ہے تو اس کے یہ چند ایام سالوں کی عبادت اور محنت و مشقت پر بھاری قرار پاتے ہیں۔

خلوت نشینی کیوں؟

سوال پیدا ہوتا ہے آخر خلوت نشینی کا فلسفہ کیا ہے؟ انسان آخر خلوت نشینی

کیوں اختیار کرے؟ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ انسان کا نفس انسان کو ہمہ وقت برائی کی طرف اکساتا رہتا ہے۔

اِنَّ النَّفْسَ لَاَ مَّارَةٌ بِالسُّوْءِ	بیشک نفس انسان کو برائی کی طرف ہی اکساتا رہتا ہے۔
(یوسف ۱۲:۵۳)	

ارشادِ قرآنی کی رو سے تمرّد و انحراف انسانی نفس کا شیوہ اور اس کی فطرت میں شامل ہے۔ چنانچہ کاروبارِ حیات کی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے انسان بالعموم غفلتوں کا شکار رہتا ہے' نتیجتاً انسان میں کسی کا بندہ ہونے کا شعور بیدار نہیں رہتا اور انسان مسلسل بغاوت و سرکشی پر مائل رہتا ہے۔ اسی شعورِ بندگی کو بیدار کرنے کے لئے اسلام نے اپنے ماننے والوں کو اس امر کی تعلیم دی ہے کہ دن کے چوبیس گھنٹوں میں تھوڑی دیر کے لئے گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور اپنے آپ کو ایک مجرم کی حیثیت سے اپنے آقا و مولا کی بارگاہ میں پیش کر کے اصلاحِ احوال کا متمنی ہو۔ یہ معمول زندگی بھر رہنا چاہئے۔ لیکن رمضان المبارک چونکہ خصوصی رحمتوں کا مہینہ ہے' اس لئے اس ماہِ رحمت میں خلوت نشینی کے اس تصور کو ایک باقاعدہ ضابطے کے تحت اعتکاف کی صورت میں متعین کر دیا گیا' تاکہ سال بھر علائق دنیوی میں ملوث رہنے والا انسان چند روز کے لئے اپنے نفس کے متمرّد اور سرکش گھوڑے کو لگام ڈال سکے' نیز کثرتِ ذکرِ الٰہی اور ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے تصفیۂ باطن کر کے خلوت میں جلوتِ محبوب کی دولت سے بہرہ ور ہو سکے۔

اعتکاف کی نیت کیا ہو؟

احوالِ نفس کے اختلاف کے پیشِ نظر اعتکاف کے لئے مختلف لوگوں کی

نیت مختلف ہوسکتی ہے، مثلاً بعض لوگ اس نیت سے اعتکاف کرتے ہیں کہ اس کے ذریعے ہوائے نفس کو علائقِ دنیوی سے پاک اور مخلوق کے شر سے خود کو بچائیں گے۔ اس نیت سے خلوت نشینی اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا گناہوں کا گھر ہے اور مخلوق کے ساتھ میل ملاپ سراسر گھاٹے کا سودا ہے، لہذا خود کو اس شر سے محفوظ کرنے کے لئے انسان کو خلوت گزیں ہو جانا چاہئے۔ یہ نیت بھی درست ہے، لیکن اس میں پنہاں ایک بہت بڑا فساد بجائے خود نفس کے لئے ایک بہت بڑے تمرّد اور سرکشی کا باعث بن سکتا ہے۔ اس نیت سے اعتکاف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ گویا انسان نے خود کو دوسروں سے بہتر جانا اور اپنے نفس کو مخلوقِ خدا کے شر سے بچانے کے لئے گوشہ تنہائی میں چلا گیا۔ اعتکاف کے لئے بہترین نیت یہ ہے کہ انسان اعتکاف کرتے ہوئے یہ نیت کرے کہ میرا نفس فتنہ و فساد کی آماجگاہ اور شر کا پیکر ہے۔ اس میں ہر آن بغاوت و سرکشی کے میلانات سر اٹھاتے رہتے ہیں، کیوں نہ میں کچھ عرصہ کے لئے گوشہ نشین ہو جاؤں، تاکہ مخلوقِ خدا کچھ عرصہ کے لئے میرے نفس کی فتنہ سامانیوں اور اس کے شر کی ہلاکت خیزیوں سے محفوظ رہ سکے۔

ایک دلچسپ حکایت

ایک مرتبہ ایک خلوت گزیں درویش سے کسی نے گوشہ نشینی کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ ''میرے پاس ایک کتا ہے، جو نہایت خطرناک ہے، میں اس کے شر سے لوگوں کو بچانے کے لئے خلوت نشیں ہو گیا ہوں۔'' پوچھا گیا ''وہ کتا کہاں ہے؟'' انہوں نے فرمایا ''میرا نفس۔''

حقیقتِ نفس

نفسِ انسانی اپنی خلقت کے اعتبار سے بہیمانہ خصلتوں کی مرقع ہے۔ حرص

و ہوا، لالچ و مفاد پرستی، غرور وتکبر، خودغرضی وخود پسندی، بغض، حسد، کینہ و عداوت، عیاری و مکاری، دجل وفریب وغیرہ، یہ سب نفس کے خصائل ہیں، جن سے انسان کو ہمہ وقت اللہ کی پناہ مانگتے رہنا چاہئے۔ نفس کبھی عالم کو اپنے علم کے گھمنڈ پر اکساتا ہے، تو کبھی عبادت گزار کو کثرتِ مجاہدہ کے تکبر پر، کبھی کسی سخی کو سخاوت کے زعم میں مبتلا کر کے ہلاکتوں میں ڈالتا ہے تو کبھی کسی مجاہد کو خودپسندی کے فریب میں۔ غرضیکہ یہ ظالم ہمہ وقت انسان پر حملہ آور ہوتا رہتا ہے اور ہر انسان پر اس کا حملہ اس کے حسبِ حال ہوتا ہے اور نیکو کاروں پر تو خودپسندی اور دوسروں کو حقیر سمجھنے کے فتور کی صورت میں ایسے ہلاکت خیز حملے کرتا ہے کہ آنِ واحد میں انسان کا خرمنِ اعمال خاکستر ہو کر رہ جاتا ہے اور انسان کی مدتوں کی کمائی آناً فاناً لٹ کر رہ جاتی ہے۔ نفس کی ہلاکت خیزیوں کا یہ عالم ہے کہ انسان کبھی زندگی بھر اس کی غارت گری پر مطلع نہیں ہو پاتا اور جب اچانک پردہ اٹھتا ہے تو محسوس کرتا ہے کہ میں کس قدر فریبِ نفس میں مبتلا رہا اور یہ ظالم نفس کس طرح مجھے اپنے دامِ تزویر میں شکار کئے ہوئے تھا؟

مقصودِ خلوت نشینی

خلوت نشینی کا مقصود یہ ہے کہ انسان گوشہ تنہائی میں داخل ہو کر خود کو مخلوق سے قلباً جدا کر لے اور جب خلوت نشینی سے باہر آئے، نفس سے خود کو جدا کر چکا ہو۔ نفس سے جدا ہونے کا مطلب خصائلِ نفس سے اپنے آپ کو مبرا کر لینا ہے۔ درست ہے کہ نفس کثرتِ ریاضت و مجاہدہ سے بھی کمزور ہوتا ہے، لیکن ان معمولات سے کہیں زیادہ ندامت کے آنسوؤں اور کثرتِ گریہ و زاری سے کمزور پڑتا ہے۔ کثرتِ رقت و گریہ زاری نفس کی تمام آلائشوں کو دھو دیتی ہے اور رفتہ رفتہ انسان

خصائلِ نفس سے جدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ جب نفسِ انسانی اپنی خصلتوں سے جدا ہو جاتا ہے تو اسے اپنے محبوب و مطلوب کی جلوت نصیب ہو جاتی ہے اور وہ اپنے من کی مراد پا لیتا ہے۔ یہ بات درست ہے کہ جب تک انسان نفس کی معیت میں رہتا ہے، رب کی معیت سے محروم رہتا ہے اور جب بندہ نفس اور اس کی خصلتوں سے جدا ہو جاتا ہے تو اسے اپنے رب کی صحبت نصیب ہو جاتی ہے۔ حضرت مالک بن مسعودؓ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ کو خلوت سے وحشت نہیں ہوتی؟ تو فرمانے لگے کبھی صحبتِ محبوب میں بھی کسی کو وحشت ہوتی ہے۔ میں خلوت میں اپنے محبوب کی جلوت سے بہرہ ور ہوتا ہوں۔ ان پر کیف اور سرور آفریں لمحات میں وحشت کیسی؟

حاصلِ کلام یہ کہ جب تک انسان نفس کے شر کے تابع رہتا ہے، وصالِ یار سے محروم رہتا ہے اور جب علائقِ دنیوی سے کچھ دیر منہ موڑ کر تزکیہ نفس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور قلباً وحالاً جلوت سے خلوت آرا ہو جاتا ہے تو اسے اپنے محبوب کے وصال کی دولت بے بہا حاصل ہو جاتی ہے۔ گویا یہ خلوتیں اسے ربِ جلیل کی جلوتیں عطا کر دیتی ہیں اور اگر انسان کثرتِ ذکر وفکر، عبادت و ریاضت اور گریہ و زاری کو اپنا مستقل شعار بنا لینے کے ساتھ ساتھ محاسبہ نفس کی راہ پر استقامت سے چل نکلے تو ان جلوتوں کو دوام بھی نصیب ہو سکتا ہے اور جب ان کیفیات کو دوام مل جاتا ہے تو پھر انسان اس آیت قرآنی کا مصداق بن جاتا ہے:

رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ۔	اللہ کے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جنہیں تجارت اور بیع و فروخت ذکر الٰہی سے غافل نہیں کر سکتی۔
(النور، ۲۴:۳۷)	

اس مقام پر جلوتِ یار کی کیفیت نفسِ انسانی میں یوں رچ بس جاتی ہے

کہ وہ مخلوق کی جلوت میں رہتے ہوئے بھی جلوتِ محبوب کی حلاوت پاتا ہے۔ انسان کا ظاہر مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے جب کہ باطن اپنے آقا و مولا کے ساتھ اور یوں وہ انجمن میں بھی خلوت کے مزے لوٹتا ہے۔

اعتکاف کے مسائل

عبادت کی نیت سے اللہ تعالی کے لئے مسجد میں ٹھہرنے کا نام اعتکاف ہے' اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ اعتکاف واجب

۲۔ اعتکاف سنت

۳۔ اعتکاف مستحب

اعتکاف واجب

کسی نے یہ منت مانی کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو میں ایک دن یا دو دن کا اعتکاف کروں گا اور اس کا کام ہو گیا۔ یہ اعتکاف واجب ہے اور اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ یاد رکھو کہ اعتکاف واجب کے لئے روزہ شرط ہے۔ بغیر روزہ کے اعتکاف واجب صحیح نہیں ہے۔ (درمختار' ۱۲۹:۲)

اعتکاف سنت موکدہ:

یہ اعتکاف رمضان المبارک کے آخری دس دنوں میں کیا جاتا ہے' یعنی بیسویں رمضان کو سورج ڈوبنے سے پہلے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو جائے تو تیسویں رمضان کو سورج ڈوبنے کے بعد یا انتیسویں رمضان کو چاند ظاہر ہونے کے بعد مسجد سے نکلے۔ یاد رہے کہ اعتکاف سنت موکدہ کفایہ ہے' یعنی اگر محلّہ کے سب لوگ چھوڑ دیں گے تو سب آخرت کے مواخذہ میں گرفتار ہوں گے اور اگر

ایک آدمی نے بھی اعتکاف کر لیا تو سب آخرت کے مواخذہ سے بری ہو جائیں گے۔ اس اعتکاف میں بھی روزہ شرط ہے مگر وہی رمضان کے روزے کافی ہیں۔

(درمختار، ۲:۱۳۰)

اعتکاف مستحب

اعتکاف مستحب یہ ہے کہ جب کبھی بھی دن یا رات میں مسجد کے اندر داخل ہو تو اعتکاف کی نیت کرے جتنی دیر مسجد میں رہے گا، اعتکاف کا ثواب پائے گا۔ نیت کے لئے صرف دل میں اتنا خیال کر لینا اور منہ سے کہہ لینا کافی ہے کہ میں نے خدا کے لئے اعتکاف مسجد کی نیت کی۔ (فتاویٰ عالمگیری، ۱:۱۹۷)

اعتکاف کے چند دیگر مسائل

- اعتکاف کرنے والوں کے لئے بلاعذر مسجد سے نکلنا حرام ہے، اگر نکلے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، چاہے قصداً نکلے یا بھول کر۔ اس طرح عورت نے جس گھر میں اعتکاف کیا ہے، اس کا بھی اس گھر سے نکلنا حرام ہے۔ اگر عورت اس مکان سے باہر نکل گئی تو خواہ وہ قصداً نکلی ہو یا بھول کر اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (درمختار، ۲:۱۳۳)
- مرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسجد میں اعتکاف کرے اور عورت اپنے اس گھر میں اس جگہ اعتکاف کرے، جو جگہ اس نے نماز پڑھنے کے لئے مقرر کی ہو۔

(درمختار، ۲:۱۲۹)

- اعتکاف کرنے والا دو عذروں کے سبب سے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے۔ ایک عذرِ طبعی جیسے رفع حاجت، غسل فرض اور وضو کے لئے، دوسرا عذرِ شرعی جیسے نماز

جمعہ کے لئے جانا اگر مسجد میں نماز جمعہ نہ ہوتی ہو۔ ان دونوں عذروں کے سوا کسی اور وجہ سے مسجد سے نکلا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، اگرچہ بھول کر ہی نکلے۔ (درمختار، ۲:۱۳۳)

- اعتکاف کرنے والا دن رات مسجد میں ہی رہے گا۔ وہیں کھائے، پیئے، سوئے مگر احتیاط رکھے کہ کھانے پینے سے مسجد گندی نہ ہونے پائے۔ معتکف کے سوا کسی اور کو مسجد میں کھانے پینے اور سونے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے اگر کوئی آدمی مسجد میں کھانا پینا اور سونا چاہیے تو اس کو چاہیے کہ اعتکاف مستحب کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہو اور نماز پڑھے یا ذکر الٰہی کرے، پھر اس کے لئے کھانے پینے اور سونے کی بھی اجازت ہے۔ (درمختار، ۲:۱۳۴)
- اگر اعتکاف میں بیٹھتے وقت یہ شرط کر لی کہ مریض کی عیادت و نماز جنازہ میں جائے گا تو یہ شرط جائز ہے۔ اب اگر ان کاموں کے لئے مسجد سے باہر گیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا، مگر دل میں نیت کر لینا کافی نہیں بلکہ زبان سے کہنا بھی ضروری ہے۔ (بہارِ شریعت، ۱:۴۷۴)
- اگر مسجد گر گئی یا کسی نے زبردستی مسجد سے نکال دیا اور وہ فوراً ہی کسی دوسری مسجد میں چلا گیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔
- اعتکاف کرنے والا بالکل ہی چپ نہ رہے اور نہ لوگوں سے بہت زیادہ بات چیت کرے، بلکہ اس کو چاہیئے کہ نفل نمازیں زیادہ پڑھے، تلاوت کرے، علمِ دین کا درس دے، اولیاء و صالحین کے حالات سنے اور دوسروں کو سنائے، کثرت سے درود شریف پڑھے اور ذکرِ الٰہی کرے۔ اکثر باوضو رہے اور دنیاداری کے خیالات سے دل کو پاک و صاف رکھے اور بکثرت رو رو کر اور

گڑگڑا کر خداوند تعالیٰ سے دعا مانگے۔

- اعتکاف کی قضا صرف قصداً اعتکاف توڑنے ہی سے نہیں ہوتی، بلکہ اگر عذر کی وجہ سے بھی اعتکاف چھوڑ دیا، مثلاً بیمار ہو گیا یا بلا اختیار چھوٹا جیسے عورت کو حیض یا نفاس آیا، جنون یا بے ہوشی طاری ہوئی، ان صورتوں میں بھی قضا واجب ہے۔

- معتکف اگر بہ نیت عبادت بالکل چپ رہے کہ چپ رہنے کو ثواب سمجھے تو یہ مکروہ تحریمی ہے اور اگر چپ رہنے کو ثواب کی بات سمجھ کر نہ چپ رہے تو حرج نہیں اور بری باتوں سے چپ رہا تو یہ چپ رہنا مکروہ نہیں، بلکہ یہ تو اعلیٰ درجے کی بات ہے۔ کیونکہ بری باتوں سے زبان کو روکے رکھنا بہرحال واجب ہے اور جس بات میں نہ ثواب ہو نہ گناہ یعنی مباح باتیں تو یہ بھی بلاضرورت معتکف کو مکروہ ہیں، کیونکہ بلاضرورت مسجد میں مباح کلام بھی نیکیوں کو اس طرح کھا لیتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ (بہارشریعت، ۱:۴۷۴)

- سب سے اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ اعتکاف ہو یا کوئی بھی عبادت اس میں صرف رضائے الٰہی کی نیت رکھے۔ دکھاوا، نیک نامی اور شہرت کو ہرگز ہرگز دخل نہ دے، ورنہ ہر عبادت بے نور و بے رونق بلکہ ضائع و غارت ہو جائے گی اور ثواب کی جگہ گناہ نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔

باب یازدہم

شب قدر اور اس کی فضیلت

شب قدر اور اس کی فضیلت

رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شب قدر کہلاتی ہے' جو بہت ہی قدر و منزلت اور خیر و برکت کی حامل رات ہے۔ اسی رات کو اللہ تعالیٰ نے ہزار مہینوں سے افضل قرار دیا ہے۔ ہزار مہینے کے تراسی برس چار ماہ بنتے ہیں' دو نکتے جس شخص کی یہ ایک رات عبادت میں گزری' اس نے تراسی برس چار ماہ کا زمانہ عبادت میں گزار دیا اور تراسی برس کا زمانہ کم از کم ہے کیونکہ ''خیر من الف شھر'' کہہ کر اس امر کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ کریم جتنا زائد اجر عطا فرمانا چاہئے گا' عطا فرما دے گا۔ اس اجر کا اندازہ انسان کے بس سے باہر ہے۔

شب قدر کا معنی و مفہوم

۱۔ انما سمیت بذلک لعظمھا و قدرھا و شرفھا۔

(القرطبی' ۲۰: ۱۳۰)

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ قدر کا معنی مرتبہ کے ہیں' چونکہ یہ رات باقی راتوں کے مقابلے میں شرف و مرتبہ کے لحاظ سے بلند ہے' اس لئے اسے ''لیلۃ القدر'' کہا جاتا ہے۔

۲۔ان اللّٰہ تعالٰی یقض الا قضیة فی لیلة نصف شعبان و یسلمها الی اربابها الٰی اربابها فی لیلة القدر۔

(تفسیر القرطبی، ۲۰: ۱۳۰)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالٰی نصف شعبان کی رات کو تمام فیصلے فرما لیتا ہے اور چونکہ اس رات میں اللہ تعالٰی کی طرف سے ایک سال کی تقدیر و فیصلے کا قلمدان فرشتوں کو سونپا جاتا ہے، اس وجہ سے یہ ''لیلة القدر'' کہلاتی ہے۔

۳۔ اس رات کو قدر کے نام سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے:

نزل فیها کتاب ذو قدر، علی لسان ذی قدر، علی امة لها قدر، و لعل اللہ تعالی انما ذکر لفظة القدر فی هذه السورة ثلاث مرات لهذا السبب۔

(تفسیر کبیر، ۳۲:۲۸)

اس رات میں اللہ تعالی نے اپنی قابل قدر کتاب، قابل قدر امت کے لئے صاحبِ قدر رسول کی معرفت نازل فرمائی، یہی وجہ ہے کہ اس سورۃ میں لفظ قدر تین دفعہ آیا ہے۔

۴۔قیل سمیت بذلک لان الارض تضیق باالملائکة فیها۔

(تفسیر الخازن، ۴:۳۹۵)

قدر کا معنی تنگی کا بھی آتا ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے اسے قدر والی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس رات آسمان سے فرشِ زمین پر اتنی کثرت کے ساتھ فرشتوں کا نزول ہوتا ہے کہ زمین

تنگ ہو جاتی ہے۔

۵۔ و قال ابو بکر الوراق: سمیت بذلک لأن من لم یکن له قدر و لا خطر یصیر فی هذه الیلة اذ قدر إذا احیاها۔
(تفسیر القرطبی' ۲۰:۱۳۱)

امام ابوبکر الوراق قدر کہنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ رات عبادت کرنے والے کو صاحب قدر بنا دیتی ہے' اگرچہ وہ پہلے اس لائق نہیں تھا۔

یہ رات کیوں عطا ہوئی؟

اس کے حصول کا سب سے اہم سبب نبی اکرم ﷺ کی اس امت پر شفقت اور آپ ﷺ کی غم خواری ہے۔ موطا امام مالک میں ہے کہ:

ان رسول الله ﷺ اری اعمار الناس قبله او ماشاء الله من ذلک فکانه تقاصر اعمار امته عن ان لا یبلغوا من العمل' مثل الذی بلغ غیرهم فی طول العمر'فاعطاه لیلة القدر خیر من الف شهر۔
(موطا امام مالک' ۱:۳۱۹' کتاب الصیام'باب ماجاء فی لیلۃ القدر' رقم حدیث:۱۵)

جب رسول پاک ﷺ کو سابقہ لوگوں کی عمروں پر آگاہ فرمایا گیا تو آپ ﷺ نے ان کے مقابلے میں اپنی امت کے لوگوں کی عمر کو کم دیکھتے ہوئے یہ خیال فرمایا کہ میری امت کے لوگ اتنی کم عمر میں سابقہ امتوں کے برابر عمل کیسے کر سکیں گے؟(پس) آپ ﷺ کو لیلۃ القدر عطا فرما دی' جو ہزار مہینے سے افضل ہے۔

اس کی تائید حضرت ابن عباسؓ سے منقول روایت سے بھی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں بنی اسرائیل کے ایک ایسے شخص کا تذکرہ کیا گیا، جس نے ایک ہزار ماہ تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا تھا۔

فعجب رسول اللہ ﷺ لذلک و تمنی ذالک لامته فقال یا رب جعلت امتی أقصر الامم الاعمارا و أقلها أعمالا فاعطاه اللہ تبارک و تعالیٰ لیلة القدر۔

(تفسیر الخازن، ۴: ۳۹۷)

تو آپ ﷺ نے اس پر تعجب کا اظہار فرمایا اور اپنی امت کے لئے آرزو کرتے ہوئے جب یہ دعا کی کہ اے میرے رب میری امت کے لوگوں کی عمریں کم ہونے کی وجہ سے نیک اعمال بھی کم ہوں گے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے شب قدر عنایت فرمائی۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے سامنے مختلف شخصیات حضرت ایوبؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت حزقیلؑ، حضرت یوشعؑ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان حضرات نے اسی اسی سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے اور پلک جھپکنے کے برابر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔ صحابہ کرامؓ کو ان برگزیدہ ہستیوں پر رشک آیا۔

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ اسی وقت جبرائیلؑ آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

یا محمد عجبت امتک من عبادة هولاء النفر ثمانین سنة، فقد انزل اللہ علیک خیراً من ذلک ثم مقرأنا اَنۡزَلۡنَاهُ فِی لَیۡلَةِ

اے نبی محترم! آپ کی امت کے لوگ ان سابقہ لوگوں کی اسی اسی سالہ عبادت پر رشک کر رہے ہیں تو آپ کے رب نے آپ کو اس سے بہتر عطا

القَدْرِ فسر بذلک رسول اللہ ﷺ۔ (تفسیر القرطبی، ۲۰:۱۳۲)

فرما دیا ہے اور پھر سورۃ القدر کی تلاوت کی، اس پر رسول خدا ﷺ کا چہرۂ اقدس فرطِ مسرت سے چمک اٹھا۔

چنانچہ حضور ﷺ کی طفیل یہ کرم فرمایا کہ اس امت کو لیلۃ القدر عنایت فرما دی اور اس کی عبادت کو اسی نہیں بلکہ ۸۳ سال چار ماہ سے بڑھ کر قرار دیا۔

امتِ محمدی ﷺ کی خصوصیت

لیلۃ القدر فقط آپ ﷺ کی امت کی خصوصیت ہے۔ امام جلال الدین سیوطیؒ حضرت انسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ وھب لامتی لیلۃ القدر لم یعطھا من کان قبلھم (الدر المنثور، ۶:۳۷۱)

یہ مقدس رات اللہ تعالیٰ نے فقط میری امت کو عطا فرمائی ہے سابقہ امتوں میں سے یہ شرف کسی کو بھی نہیں ملا۔

پہلی امتوں میں عابد کسے کہا جاتا تھا؟

مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ پہلی امتوں میں عابد اسے قرار دیا جاتا تھا، جو ہزار ماہ تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا، لیکن نبی اکرم ﷺ کے صدقہ میں اس امت کو یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ ایک رات کی عبادت سے اس سے بہتر مقام حاصل کر لیتی ہے۔

قیل ان العابد کان فیما مضی یسمی عابداً حتی یعبد اللہ الف شھر عبادۃ، فجعل اللہ تعالی لامۃ محمد ﷺ عبادۃ لیلۃ

سابقہ امتوں کا عابد وہ شخص ہوتا جو ایک ہزار ماہ تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا، لیکن اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کے افراد کو یہ شبِ

خیر من الف شهر کانوا یعبدونها	قدر عطا کر دی، جس کی عبادت اس ہزار ماہ سے بہتر قرار دی گئی۔

(فتح القدیر، ۵:۴۷۲)

گویا یہ عظیم نعمت بھی سرکار دوجہاں ﷺ کی غلامی کے صدقہ میں امت کو نصیب ہوئی ہے۔

فضیلتِ شب قدر: احادیث کی روشنی میں

سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

من قام لیلة القدر ایماناً و احتساباً غفرله ما تقدم من ذنبه۔	جس شخص نے شب قدر میں اجر و ثواب کی امید سے عبادت کی، اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔
(صحیح البخاری، ۱:۲۷۰، کتاب الصیام، رقم حدیث: ۱۹۱۰)	

اس ارشاد نبوی ﷺ میں جہاں لیلۃ القدر کی ساعتوں میں ذکر و فکر، عبادت و طاعت کی تلقین کی گئی ہے، وہاں اس بات کی طرف بھی متوجہ کیا گیا ہے کہ عبادت سے محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود ہو، ریاکاری یا بدنیتی نہ ہو اور آئندہ عہد کرے کہ میں برائی کا ارتکاب نہیں کروں گا، چنانچہ اس شان کے ساتھ عبادت کرنے والے بندے کے لئے یہ رات مژدۂ مغفرت بن کر آتی ہے۔

حضرت سیدنا انسؓ سے مروی ہے کہ رمضان المبارک کی آمد پر ایک مرتبہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا:

ان هذا الشهر قد حضرکم و فیه لیلة خیر من الف شهر من حرمها فقد حرم الخیر کله ولا یحرم خیرها الا حرم الخیر۔

(سنن ابن ماجہ : ۲۰، کتاب الصیام، رقم حدیث: ۱۶۴۴)

یہ جو ماہ تم پر آیا ہے، اس میں ایک ایسی رات ہے، جو ہزار ماہ سے افضل ہے، جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا، گویا وہ سارے خیر سے محروم رہا اور اس رات کی بھلائی سے وہی شخص محروم رہ سکتا ہے جو واقعتاً محروم ہو۔

ایسے شخص کی محرومی میں واقعتاً کیا شک ہو سکتا ہے، جو اتنی بڑی نعمت کو غفلت کی وجہ سے گنوا دے۔ جب انسان معمولی معمولی باتوں کے لئے کتنی راتیں جاگ کر بسر کر لیتا ہے تو اسی سال کی عبادت سے افضل عبادت کے لئے دس راتیں کیوں نہیں جاگ سکتا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے لیلۃ القدر کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اذا کان لیلة القدر نزل جبرائیلؑ فی کبکة من الملئکة یصلون علی کل عبد قائم او قاعد یذکر اللہ عزوجل۔

(شعب الایمان، ۳: ۳۴۳)

شب قدر کو جبرائیل امینؑ فرشتوں کے جھرمٹ میں زمین پر اتر آتے ہیں اور ہر شخص کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں جو کھڑے، بیٹھے (یعنی کسی حال میں) اللہ کو یاد کر رہا ہو۔

شب قدر کو مخفی کیوں رکھا گیا؟

اتنی اہم اور بابرکت رات کے مخفی ہونے کی متعدد حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔

ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ دیگر اہم مخفی امور مثلاً اسمِ اعظم، جمعہ کے روز قبولیت دعا کی گھڑی کی طرح اس رات کو بھی مخفی رکھا گیا۔

۲۔ اگر اسے مخفی نہ رکھا جاتا تو عمل کی راہ مسدود ہو جاتی اور اسی رات کے عمل پر اکتفا کر لیا جاتا، ذوقِ عبادت میں دوام کی خاطر اس کو آشکار نہیں کیا گیا۔

۳۔ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے کسی انسان کی وہ رات رہ جاتی تو شاید اس کے صدمے کا ازالہ ممکن نہ ہوتا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کو چونکہ اپنے بندوں کا رات کے اوقات میں جاگنا اور بیدار رہنا محبوب ہے، اس لئے رات تعین نہ فرمائی، تاکہ اس کی تلاش میں متعدد راتیں عبادت میں گزریں۔

۵۔ عدمِ تعین کی وجہ سے گنہگاروں پر شفقت بھی ہے، کیونکہ اگر علم کے باوجود اس رات میں گناہ سرزد ہوتا تو اس سے لیلۃ القدر کی عظمت مجروح کرنے کا جرم بھی لکھا جاتا۔ (التفسیر الکبیر، ۳۲:۲۸)

ایک جھگڑا علمِ شبِ قدر سے محرومی کا سبب بنا

ایک نہایت اہم وجہ اس کے مخفی کر دینے کی جھگڑا بھی ہے، حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی حدیث میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اس رات کی تعین کی بارے میں اپنی امت کو آگاہ فرما دیں کہ یہ فلاں رات ہے، لیکن دو آدمیوں کے جھگڑے کی وجہ سے بتلانے سے منع فرما دیا، روایت کے الفاظ یوں ہیں:

خرج النبیﷺ لیخبر بلیلة القدر، فتلاحی رجلان من المسلمین، فقال: خرجت لأخبرکم بلیلة القدر، فتلاحی فلاں و فلاں فرفعت۔

(صحیح البخاری، ۱:۲۷۱، کتاب الصیام، رقم حدیث: ۱۹۱۹)

ایک مرتبہ رسالتمآبﷺ سب قدر کی تعین کے بارے میں آگاہ کرنے کے لئے گھر سے باہر تشریف لائے لیکن راستہ میں دو آدمی آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ حضورﷺ نے فرمایا میں تمہیں شب قدر کے بارے میں اطلاع دینے آیا تھا، مگر فلاں فلاں کی لڑائی کی وجہ سے اس کی تعین اٹھا لی گئی۔

اس روایت نے یہ بھی واضح کر دیا کہ لڑائی جھگڑے کی وجہ سے انسان اللہ تعالی کی بہت سی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج امت برکتوں اور سعادتوں سے محروم ہوتی جا رہی ہے۔ مذکورہ روایت سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ شاید اس کے بعد تعین شب قدر کا آپ کو علم نہ رہا۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں کیونکہ شارحین حدیث نے تصریح کر دی ہے کہ تعین کا علم جو اٹھا لیا گیا تھا تو صرف اسی ایک سال کی بات تھی، ہمیشہ کے لئے نہیں۔

امام بدر الدین عینی شرح بخاری میں رقمطراز ہیں:

فان قلت لما تقرر ان الذی ارتفع علم تعینها فی تلک السنة فهل اعلم النبیﷺ بعد ذلک بتعینها؟ قلت روی عن ابن

اس سال تعین شب قدر کا علم اٹھا لیا گیا اس کے بعد حضورﷺ کو اس کی تعین کا علم رہا یا نہ؟ میں کہتا ہوں کہ حضرت سفیان بن عینیہ فرماتے ہیں کہ آپ کو

عینیه انه اعلم بعد ذلک بتعینیها۔ (عمدة القاری، ۱۱: ۱۳۸)

اس کے تعین کا علم تھا۔

ہمارے نزدیک آقائے دوجہاں ﷺ کو نہ صرف تعین کا علم ہے، بلکہ آپ بعض غلاموں کو اس پر آگاہ بھی فرماتے ہیں۔

ایک صحابی کو آگاہ فرمانا

حضرت ابن عبداللہ بن انیسؓ الجھنی سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا:

یا رسول اللہ ان لی بادیة أکون فیها و أنا أصلی بحمد اللہ فمرنی بلیلة أنزلها الی هذا المسجد فقال: أنزل لیلة ثلاث و عشرین۔ (سنن ابی داؤد، ۱: ۲۰۳، کتاب الصلاۃ، باب فی لیلۃ القدر، رقم حدیث: ۱۳۸۰)

میں ایک ویرانے میں رہتا ہوں، وہاں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نماز ادا کرتا ہوں آپ مجھے حکم دیں کہ کون سی رات آپ کے ہاں مسجد نبوی میں بسر کرنے کے لئے آؤں تو آپ نے فرمایا رمضان کی تیئسویں رات آ جاؤ۔

یہ صحابی ہمیشہ تیئسویں رات کو مسجد نبوی میں آ کر جاگا کرتے۔ لوگوں نے آپ کے صاحبزادے سے پوچھا کہ بتاؤ آپ کے والد اس رات کیا کرتے تھے تو انہوں نے کہا:

کان یدخل المسجد اذا صل العصر فلا یخرج الا لحاجة

وہ عصر کے بعد صبح تک مسجد سے بغیر کسی حاجت کے باہر نہ آتے اور صبح اپنی

حتی یلی الصبح فاذا صلی الصبح وجد دابته علی باب المسجد فجلس علیها ولحق ببادیة۔	سواری پر سوار ہو کر اپنے دیہات کی طرف روانہ ہو جاتے۔

(ایضا)

اس روایت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ہر آدمی کے لئے شب قدر کی رات الگ الگ ہے۔

شب قدر کے تعین کے سلسلہ میں ایک ایمان افروز واقعہ

۱۹۶۵ء میں میرے والد گرامی حضرت علامہ ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور آخری عشرہ میں حضور ﷺ کے روضہ اقدس کے سامنے مسجد نبویؐ میں اعتکاف میں بیٹھے۔ رمضان المبارک کی پچیسویں شب نصف شب کے قریب اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور حضور ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اٹھ یہ رات شب قدر ہے۔'' انہوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے دست اقدس میں ایک گھڑی (ٹائم پیس) ہے' جس پر اس وقت تقریباً بارہ بج کر پچاس منٹ کا وقت تھا۔

والد گرامی فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ نہ صرف حضور ﷺ نے شب قدر کی اطلاع فرمائی ہے' بلکہ اس رات کی خصوصی قبولیت کی ساعت کی بھی نشاندہی فرما دی ہے۔ میں جلدی سے اٹھا' وضو کیا' ساتھ ہی راولپنڈی کے ایک نومسلم پروفیسر جو سکھ مذہب ترک کر کے مسلمان ہوئے تھے' بھی معتکف تھے۔ میں نے چاہا کہ ان

مبارک لمحات کی خبر ان کو بھی کروں، لیکن یہ سوچ کر کچھ دیر کے لئے رک گیا، کہیں یہ افشائے راز حضورﷺ کو نامنظور نہ ہو، لیکن پھر میں یہ سوچ کر انہیں آگاہ کرنے کے لئے ان کی طرف چلا ہی گیا کہ یہ بھی حضورﷺ کی بارگاہ کے مہمان ہیں۔ اگر منع کرنا مقصود ہوتا تو آپﷺ ایسا حکم فرما دیتے۔ جب میں اس ارادے سے ان کے قریب گیا تو وہ میرے قدموں کی آہٹ سن کر بیدار ہو گئے۔ میں نے ان سے کہا پروفیسر صاحب اٹھیں، کیونکہ یہی رات لیلۃ القدر ہے۔ وہ مسکرانے لگے ہاں اجابت کی گھڑی بارہ بج کر پچاس منٹ پر ہے۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا آپ کو کس نے بتایا؟ کہنے لگے کہ جس ہستی کے در پر آپ مہمان ہیں، میں بھی انہیں کا مہمان ہوں۔ آپ تو صرف ایک وطن چھوڑ کر در مصطفیٰﷺ پر آئے ہیں، جبکہ میں نے اس در کی غلامی کے لئے دو ہجرتیں کی ہیں، ایک اپنے مذہب سے اور دوسری اپنے وطن سے۔ لہٰذا حضورﷺ نے مجھے بھی اپنی نوازشاتِ کریمانہ کا مستحق سمجھا اور دولتِ دیدار سے نوازتے ہوئے اس مبارک گھڑی کے متعلق آگاہ فرما دیا ہے۔

شب قدر کی تعین کے بارے میں تقریباً پچاس اقوال ہیں، ان میں سے دو اقوال نہایت ہی قابل توجہ ہیں۔

ا۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے ایک ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسالتمآبﷺ نے فرمایا:

تحرو الیلة القدر فی الوتر، من العشر الاواخر من رمضان	لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

(صحیح البخاری، ۱:۲۷۰، کتاب الصوم، رقم حدیث: ۱۹۱۳)

چونکہ اعتکاف کا مقصد بھی تلاشِ لیلۃ القدر ہے، اس لئے ان آخری ایام کا

اعتکاف سنت قرار دیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ کو جب تک اللہ تعالی نے اس شب قدر کی تعین سے آگاہ نہیں فرمایا تھا' آپ ﷺ اس کی تلاش کے لئے پورا رمضان اعتکاف کرتے تھے' لیکن جب آگاہ فرما دیا گیا تو وصال تک صرف آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے رہے۔

۲۔ رمضان المبارک کی ستائسویں شب شبِ قدر کی رات ہے۔ جمہور علماء اسلام کی یہی رائے ہے۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

قد اختلف العلماء فی ذالک والذی علیه المعظم انها لیلة سبع و عشرین۔	علماء کا شب قدر کی تعین کے بارے میں اختلاف ہے' لیکن اکثریت کی رائے یہی ہے کہ لیلۃ القدر کی رات ستائیسویں شب ہے۔

(تفسیر القرطبی' ۲۰:۱۳۴)

علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں:

و کثیر منهم ذهب الی انها اللیلة السابعة من تلک الاوتار۔	علماء کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ طاق راتوں میں سے ستائیسویں ہے۔

(روح المعانی' ۳۰:۲۲۰)

ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور قاری قرآن حضرت ابی بن کعبؓ کی بھی یہی رائے ہے۔ حضرت زو بن جیشؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعبؓ سے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ جو شخص پورا سال عبادت کرے گا' وہ شب قدر کو پا لے گا۔

حضرت ابی بن کعبؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جانتے

ہیں کہ شب قدر رمضان کی آخری راتوں میں سے ہے اور وہ ستائیسویں رات ہے‘ لیکن آپ نے اس کا ذکر اس لئے کر دیا تا کہ لوگ فقط انہی راتوں کو ہی نہ جاگیں‘ بلکہ پورا سال عبادت کریں اور اس کے بعد حلف اٹھا کر کہا کہ وہ رات ستائیسویں ہی ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپ یہ کیسے کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ رسالتمآب ﷺ نے جو اس کی علامت بیان فرمائی ہے‘ وہ اسی رات میں پائی جاتی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ ستائیسویں کو شب قدر قرار دیتے ہوئے تین دلیلیں بیان کیا کرتے تھے۔ جس کو امام رازیؒ نے اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے۔

۱۔ انہ قال لیلة القدر تسعة حروف وھو مذکور ثلاث مرات فتکون السابعة والعشرین	لفظ لیلۃ القدر کے ۹ حروف ہیں اور اس کا تذکرہ تین دفعہ ہوا ہے اور مجموعہ ۲۷ ہوگا۔

(تفسیر کبیر‘ ۳۰:۲۳)

۲۔ سورۃ القدر کے کل ۳۰ الفاظ ہیں‘ جن کے ذریعے شب قدر کے بارے میں بیان کیا گیا ہے لیکن اس سورۃ میں جس لفظ کے ساتھ اس رات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ ’’ہی‘‘ ضمیر ہے اور یہ لفظ اس سورۃ کا ستائیسواں لفظ ہے۔

ان السورة ثلاثون کلمة و قولہ (ھی) ھی السابعة و عشرون فھا۔	سورۃ کے کل کلمات تیس ہیں (اور ان میں) ھی ستائیسواں کلمہ ہے۔

(۱۔ تفسیر کبیر‘ ۳۰:۳۲

۲۔ القرطبی‘ ۱۰:۱۳۶)

۳۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے شب قدر کی تعین کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

احب الاعداد الی اللہ تعالی الور واحب الوتر الیه السبعة فذکر السموت السبع والارضین السبع والاسبوع و عدد الطواف۔

(تفسیر کبیر، ۳۲:۳۰)

اللہ تعالی کو طاق عدد پسند ہے اور طاق عددوں میں سے بھی سات کے عدد کو ترجیح حاصل ہے، کیونکہ اللہ تعالی اپنی کائنات کی تخلیق میں سات کے عدد کو نمایاں کیا ہے مثلاً سات آسمان، سات زمین، ہفتہ کے دن سات، طواف کے چکر سات وغیرہ۔

شب قدر کا وظیفہ

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسالتمآب ﷺ سے عرض کیا کہ شب قدر کا کیا وظیفہ ہونا چاہئے تو آپ ﷺ نے ان الفاظ کی تلقین فرمائی:

اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی۔

(مسند احمد بن حنبل، ۶:۱۷۱، ۱۸۲)

اے اللہ تو معاف کر دینے والا اور معافی کو پسند فرمانے والا ہے پس مجھے بھی معاف کر دے۔

صفحہ	حوالہ	أطراف الآیات	نمبر شمار
		البقرہ: ۲	
۲۱	۲:۱۸۳	یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام.	۱
۲۲	۲:۱۸۵	فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ...	۲
۹۰	۲:۱۸۵	شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن...	۳
		آل عمران	
۵۹	۳: ۱۸۵	کلک نفس ذائقۃ الموت...	۴
		الیوسف: ۱۲	
۴۸، ۱۴۳	۱۲:۵۳	ان انفس لأمارۃ باالسوء...	۵
		بنی اسرائیل: ۱۷	
۵۵	۱۷:۸۵	و یسئلونک عن الروح...	۶
		النور: ۲۴	
۱۴۶	۲۴:۳۷	رجال لا تلھیھم تجارۃ...	۷
		الحدید: ۵۷	
۱۳۹	۵۷:۲	و رھبانیۃ ابتدعوھا ماکتبنھا...	۸
		المزمل: ۷۳	
۱۰۱	۷۳:۶	ان ناشئۃ الیل ھی اشد...	۹
		النازیات : ۷۹	
۷۰	۷۹:۴۰_۴۱	و نھی النفس عن الھوی ...	۱۰

نمبر شمار	أطراف الأحاديث	صفحہ
۱	احب الامر الی اللہ ما دام علیہ...	۸۹
۲	احب الصیام الی اللہ تعالٰی...	۱۳۴
۳	احب عبادی الی اعجلھم فطرا۔	۸۳
۴	اذا افطر احدکم فلیفطر علی...	۸۰
۵	اذا دخل رجب...	۷۶
۶	اذا دخل شھر رمضان فتحت...	۳۵
۷	اذا سمع النداء احدکم والاناء ...	۸۲
۸	اذا کان لیلۃ القدر نزل...	۱۰۹
۹	استعینوا بطعام السحر علی...	۸۱
۱۰	اشراف امتی حملۃ القرآن...	۱۰۱
۱۱	افضل الصیام بعد رمضان شھر ...	۱۳۹
۱۲	أقراہ فی کل سبع۔	۹۶
۱۳	ألم اخبر انک تصوم الدھر...	۸۷
۱۴	اللھم انک غفو تحب العفو...	۱۶۷
۱۵	امرنا ان تعجل افطارنا...	۱۸۳
۱۶	ان رسول اللہ اری اعمار الناس...	۱۰۵
۱۷	ان فی الجنۃ بابا یقال لہ...	۳۹
۱۸	ان اللہ تعالٰی یقض الاقضیۃ...	۱۰۴
۱۹	ان اللہ حرم علی الارض ...	۷۰
۲۰	ان اللہ وھب لامتی لیلۃ القدر...	۱۰۷
۲۱	ان اللہ یغفر فی اول لیلۃ...	۷۷
۲۲	ان النبی کان یعتکف العشر...	۱۰۵

صفحہ	أطراف الأحاديث والاثار	نمبرشمار
۱۰۹	ان هذا الشهر قد حضركم...	۲۳
۱۳۳	ان يوم الاثنين والخميس...	۲۴
۱۷۴	تحروا ليلة القدر فی الوتر...	۲۵
۷۹	تسحروا فان فی السحور برکة...	۲۶
۱۳۲	تعرض الاعمال يوم الاثنين والخميس...	۲۷
۱۷۱	خرج النبی ليخبر بليلة القدر فتلاحی...	۲۸
۸۰	السحور کله برکة فلا تدعوه...	۲۹
۱۰۰	شرف المومن صلاته بالليل...	۳۰
۳۲	الصوم جنة من النار...	۳۱
۱۰۰	عليکم بقيام الليل...	۳۲
۱۰۴	فااذا لقيه جبريل کان رسول الله...	۳۳
۸۰	فان الله و ملائکة يصلون ...	۳۴
۸۰	فصل ما بين صيامنا و صيام ...	۳۵
۱۰۶	فعجب رسول الله لذلک و تمنی...	۳۶
۸۹	فمن صامه و قامه ايمانا و احتسابا...	۳۷
۷۷	کان اذا رای هلال رمضان ...	۳۸
۷۸	کان اکثر صيامه سوی...	۳۹
۱۳۲	کان رسول الله لا يفطر ايام...	۴۰
۷۰	کان شاب علی عهد عمر بن الخطاب...	۴۱
۱۰۶	کان النبی يعتکف فی کل رمضان...	۴۲
۱۶۲	کان يدخل المسجد اذا صل العصر...	۴۳
۲۹	کل عمل ابن آدم يضاعف...	۴۴

www.MinhajBooks.com منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

صفحه	أطراف الأحاديث والاثار	نمبرشمار
۴۴	كم من صائم ليس له من صيامه...	۴۵
۸۳	لا تزال امتى على سنتى مالم...	۴۶
۱۳۹	لا رهبانية فى الاسلام ...	۴۷
۸۲	لايزال الناس بخير ما عجلوا الفطر۔	۴۸
۲۸	للصائم فرحتان يفرحهما...	۴۹
۶۲	لو تعلمون مالكم...	۵۰
۷۷	ما تستقبلون؟ ماذا يستقبلكم...	۵۱
۷۹	ما رايت رسول الله يصوم شهرين...	۵۲
۷۸	ما كان النبى يصوم شهرا...	۵۳
۱۳۳	من صام الاربعاء و الخميس و الجمعه...	۵۴
۲۷	من صام رمضان ايمان و احتسابا...	۵۵
۱۳۰	من صام رمضان ثم اتبعه ستاً...	۵۶
۱۳۱،۸۸	من صام من كل شهر ثلاثة...	۵۷
۸۸	من صام من كل شهر فذلک...	۵۸
۱۰۳	من صلى ركعتين بعد عشاء الآخرة...	۵۹
۲۸	من قام رمضان ايمان و احتسابا...	۶۰
۱۰۸	من قام ليلة القدر ايمانا...	۶۱
۸۰	نعم السحور المومن التمر...	۶۲
۱۲۳	نويت ان اصوم هذا اليوم...	۶۳
۱۲۳	نويت بصوم غدالله تعالىٰ...	۶۴
۶۱	نهى رسول الله عن الوصال...	۶۵
۱۳۰	نهى عن صوم عرفة بعرفة۔	۶۶
۳۵	والذى نفس محمد بيده...	۶۷
۱۶۲	يا رسول الله ان لى بادية...	۶۸

صفحہ	أطراف الأحاديث والآثار	نمبر شمار
۱۵۶	يا محمد عجبت امتک من عبادة...	۶۹
۱۲۹	يكفر السنة الماضية...	۷۰
۱۳۰	يكفر السنة الماضية و الباقية...	۷۱

صفحہ	اقوال	نمبر شمار
۱۶۷	احب الاعداد الی اللہ تعالٰی الوتر...	۱
۴۹	اذا وجدت قلبی راض...	۲
۲۳	الامساک عن المفطرات مع اقتران...	۳
۱۰۶	ان السورۃ ثلاثون کلمۃ...	۴
۹۰	ان علیا کرم اللہ وجھہ کان...	۵
۱۵۳	انما سمیت بذلک لعظمھا...	۶
۱۲۶	انہ قال لیلۃ القدر تسعۃ حروف...	۷
۱۷۱	بدانکہ اگر خضر باز رفت...	۸
۱۷۲	چہل سال است کہ بہشت...	۹
۱۵۷	خدمت سیدی الشیخ محی الدین...	۱۰
۱۰۰	سمیت بذلک لان من لم یکن لہ...	۱۱
۱۲۱	فان قلت لما تقرر ان الذی...	۱۲
۱۲۰	قد اختلف العلماء فی ذالک والذی...	۱۳
۱۰۷	قیل ان العابد کان فیما مضی...	۱۴
۱۰۴	قیل سمیت بذلک لان الارض ...	۱۵
۱۲۹	مجاہدہ ایں است کہ ہرچہ...	۱۶
۱۵۴	نزل فیھا کتاب ذو قدر...	۱۷
۸۱	و اماالبرکۃ التی فیہ فظاھرۃ...	۱۸
۱۰۴	و فی ھذا الحدیث فوائد منھا...	۱۹
۱۲۰	وکثیرمنھم ذھب الی انھا ...	۲۰

نمبر شمار	اعلام	صفحہ
۱	آلوسی	۱۷۰
۲	ابلیس	۳۷
۳	ابن دقیق	۸۴
۴	ابن حجر عسقلانیؒ	۳۸، ۸۴
۵	ابن عباس	۸۱، ۸۳، ۹۰، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۳۳، ۱۶۷، ۱۷۰
۶	ابن عبدالبر	۳۳
۷	ابن عربی	۳۳
۸	ابن قیسؒ	۸۸
۹	ابن ہمامؒ	۳۳، ۸۱
۱۰	ابوایوب انصاریؓ	۱۳۰
۱۱	ابوبکر صدیقؓ	۹۷
۱۲	ابوبکر الوراق	۱۰۰
۱۳	ابوحنیفہؒ	۹۳
۱۴	ابوداؤدؒ	۳۳
۱۵	ابوذر غفاریؓ	۱۳۱
۱۶	ابوعبداللہ منظور الکنانی	۵۷
۱۷	ابوعبداللہ ابوالفتح الھروی	۵۷
۱۸	ابوقتادہ انصاریؓ	۱۲۹، ۱۳۰
۱۹	ابوقیسؒ	۸۰
۲۰	ابونجیب	۷۱
۲۱	ابوھریرہؓ	۲۷، ۲۹، ۳۵، ۶۱، ۷۷، ۸۰، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۵۷
۲۲	ابی بن کعبؓ	۱۶۰

نمبر شمار	اعلام	صفحہ
۲۳	احمد بن حنبل	۱۱۱،۷۹،۳۳
۲۴	ام سلمہؓ	۷۸
۲۵	انس بن مالکؓ	۱۳۳،۱۰۹،۱۰۸،۱۰۷،۷۹،۷۶
۲۶	ایوبؑ	۱۰۶
۲۷	بدرالدین عینی	۱۶۱
۲۸	بہاؤالدین زکریاؒ	۷۱
۲۹	جبرائیلؑ	۱۰۹،۱۰۶،۹۹،۹۸
۳۰	جلال الدین سیوطیؒ	۱۵۷
۳۱	جنید بغدادیؒ	۷۲
۳۲	حسنؓ	۶۳
۳۳	حذقیلؑ	۱۵۷
۳۴	خضرؑ	۷۱،۳۱
۳۵	دارمیؒ	۳۳
۳۶	ذکوان	۱۱۳
۳۷	رازی	۱۶۶،۳۴
۳۸	زرکشیؒ	۳۸
۳۹	زکریاؑ	۱۵۶،۶۹
۴۰	زہری	۱۰۳
۴۱	سفیان بن عیینہ	۱۶۱
۴۲	سلیمان بن عامر	۸۴
۴۳	سھل بن سعد	۸۳،۸۲،۳۹
۴۴	شافعیؒ	۱۱۱

۴۵	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	۳۷
۴۶	صدیق حسن بھوپالی	۳۰
۴۷	عائشہؓ	۷۸،۱۱۳،۱۶۴،۱۶۷
۴۸	علیؓ	۹۰
۴۹	عبداللہ بن انیس الجہنی	۱۶۲
۵۰	عبداللہ بن عمرو العاصؓ	۸۷،۹۰،۹۶،۱۳۴
۵۱	عبداللہ بن مسعودؓ	۱۶۰
۵۲	عبدالحق محدث دہلویؒ	۱۱۲
۵۳	عبدالرحمٰن بن عوف	۲۸
۵۴	عبدالقادر جیلانیؒ	۴۷،۱۰۳
۵۵	عثمان بن ابی العاصؓ	۳۲
۵۶	عمرؓ	۷۰،۷۷،۹۳،۹۸،۱۱۵،۱۶۷
۵۷	فریدالدین قادری	۱۶۳
۵۸	قاضی عیاض	۳۴
۵۹	قرطبیؒ	۳۳،۱۰۶،۱۶۵
۶۰	مالکؒ	۱۱۱
۶۱	مالک بن مسعودؓ	۱۴۶
۶۲	ملا علی قاریؒ	۲۳،۳۸،۹۵
۶۳	نوویؒ	۳۵،۸۱،۱۰۴
۶۴	یوشعؑ	۱۵۶

کتاب	مصنف/متوفی	مطبوعہ/سن طباعت
بہار شریعت	امجد علیؒ، مولانا	لاہور، مکتبہ اسلامیہ
بہجۃ الاسرار	نورالدین ابوالحسن الشطنوفیؒ	مصر، مطبعہ مصطفی البابی الحلبی
تذکرہ حضرت بہاؤالدین	نور احمد خاں فریدی	لاہور، علماء اکیڈمی
الترغیب والترہیب	حافظ عبدالعظیم المنذریؒ ۶۰۶ھ	بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۹۶۸م
تفسیر خازن	امام علی بن محمد خازنؒ ۷۲۵ھ	بیروت، دارالمعرفہ
تفسیر کبیر	امام فخرالدین رازیؒ	تہران، دارالکتب العلمیہ
جامع بیان القرآن	ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبیؒ ۱۲۷۳	بیروت دار احیاء التراث العربی
جامع ترمذی	امام محمد بن عیسی ترمذیؒ ۲۷۹ھ	ملتان فاروقی کتب خانہ، ۱۹۸۳ء
حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہؒ ۱۱۴۵ھ	کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۸۱
موارد الضمان	حافظ ابوبکر الہیثمیؒ، ۸۰۷ھ	بیروت، دارلکتب العلمیہ
درمختار (مترجم)	علاؤالدین محمد بن محمد حصکفی، ۱۰۸۸ھ	کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۴۸ھ
الدر المنثور	امام جلال الدین سیوطیؒ ۹۱۱ھ	بیروت، دارالمعرفۃ
الرسالۃ القشیریہ	عبدالکریم القشیریؒ ۴۶۵ھ	بیروت، دارالجیل
روح المعانی	امام شہاب الدین آلوسیؒ ۱۲۷۴ھ	بیروت، دارالاحیاء التراث العربی، ۱۹۷۶ھ
سلسلۃ احادیث الصحیحہ	ناصرالدین البانی	سعودی عرب
سنن ابن ماجہ	امام محمد بن یزید القزوینیؒ ۲۷۳ھ	کراچی، قدیمی کتب خانہ
سنن ابی داؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ ۲۷۵ھ	ملتان مکتبہ امدادیہ، ۱۳۱۶ھ
سنن دارمی	امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمیؒ ۲۵۵	
سنن الکبری	امام احمد بن حسین البیہقیؒ، ۴۵۷ھ	مکتبہ نشر السنہ ملتان
سنن نسائی	امام احمد بن شعیب النسائیؒ، ۳۰۳ھ	لاہور، فاروقی کتب خانہ
شرح نووی	محی الدین النوویؒ ۶۷۶ھ	بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۹۲۹م

مطبوعہ/سن طباعت	مصنف/متوفی	کتاب
بیروت، دالکتب العلمیہ، ۱۹۹۰م	امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقیؒ، ۴۵۸ھ	شعب الایمان
کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۱۳۸۱ھ	امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ ۲۵۶ھ	صحیح بخاری
کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۱۳۷۵ھ	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲۶۱ھ	صحیح مسلم
لاہور، منہاج القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء	محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر	عرفان القرآن
بیروت، دار الفکر	امام بدر الدین عینیؒ ۸۵۵ھ	عمدۃ القاری
مصر، مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۹۶۴م	محمد بن علی بن محمد الشوکانی، ۱۲۵۰ھ	فتح القدیر
لاہور، مکتبہ رحمانیہ		فتاویٰ عالمگیری
بیروت، دار الفکر، ۱۹۸۷ء	ابوعبداللہ محمد بن ایوب بن الضریس البجلیؒ ۲۹۴ھ	فضائل القرآن
لاہور، فیروزسنز	حامد حسن بلگرامی، ڈاکٹر	فیوض القرآن
	منزل من اللہ تعالیٰ	القرآن
بیروت، موسسہ للرسالہ، ۱۹۸۵ھ	الشیخ اسماعیل بن محمد العجلونیؒ ۱۱۶۲ھ	کشف الخفاء
بیروت، دار احیاء، ۱۳۰۰ھ	امام ابوالفضل جمال الدینؒ ۷۱۱ھ	لسان العرب
بمبئی، مبع اصح المطابع	حافظ نور الدین الہیثمیؒ، ۸۰۷ھ	مجمع الزوائد
مکہ مکرمہ، مکتبہ دار الباز	علی بن سلطان محمد القاریؒ ۱۰۱۴ھ	مرقاۃ المصابیح
بیروت، مکتبہ اسلامی ۱۳۹۸ھ	امام محمد عبداللہ حاکم نیشاپوریؒ ۴۰۵ھ	مستدرک للحاکم
بیروت مکتبہ اسلامی ۱۳۹۸ھ	امام احمد بن حنبلؒ ۲۴۱ھ	مسند احمد بن حنبل
کراچی، قدیمی کتب خانہ ۱۳۶۸ھ	امام محمد بن عبداللہ تبریزیؒ ۷۴۲ھ	مشکوٰۃ المصابیح
کراچی، ادارہ القرآن والعلوم اسلامیہ ۱۴۰۶ھ	امام عبداللہ بن ابی شعبۃ العبسیؒ، ۲۳۵ھ	مصنف ابن ابی شبہ
ریاض، مکتبہ معارف ۱۹۸۸ء	حافظ سلیمان بن احمد الطبرانیؒ، ۳۶۰ھ	المعجم الاوسط
عراق، موصل حطبعہ الزہراء الحدیثیہ	// // //	المعجم الکبیر